بسم اللہ الرحمن الرحیم

والعصر ۵ ان الانسان لفی خسر ۵

جامعہ عثمانیہ کا ترجمان

ماہنامہ

العصر

پشاور

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمٰن

ذوالقعدہ ۱۴۲۳ھ جنوری ۲۰۰۳ء

Scanned with CamScanner

جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع

گھر انسان کی بنیادی ضرورت ہے خود اور اپنی اولاد کے آرام وسکون کے لئے ہر ایک گھر بنانے کی کوشش میں رہتا ہے زندگی بھر ایک گھر کی تعمیر انسان کی واحد آرزو اور تمنا ہوتی ہے لیکن کیا ہم نے کہیں یہ سوچا کہ دنیا کی عارضی زندگی کی نسبت سے ہے ہمیں قیامت کی ابدی زندگی میں بہتر سے گھر بنانے کی ضرورت ہے یہاں تو پھر بھی ذاتی مکان نہ ہونے کی صورت میں کرایہ کے مکان میں زندگی کی صبح وشام تمام ہوسکتی ہے لیکن قیامت میں کرایہ داری کا نظام نہیں پایا جاتا۔

آئیے بغیر سوچے فیصلہ کیجئے

کہ ہمیں جنت میں گھر بنانا ضروری ہے اس کے لئے آپ کرہ ارض پر مسجد بنا کر یا کسی دینی درسگاہ کی تعمیر میں حصہ لیکر اپنی آرزو پوری کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جامعہ عثمانیہ نے بنات اسلام کے لئے ﴿**مدرسہ سیدہ فاطمہ**رض﴾ کے عظیم منصوبہ پر کام شروع کر کے دو مراحل میں جامعہ کے ساتھ ساتھ سترہ مرلہ کا پلاٹ تقریباً دس لاکھ روپے میں خرید کر مسلمانوں کو جنت میں گھر بنانے کا سنہری موقع فراہم کیا ہے۔ زرزمین کا یہ ناقابل تحمل بوجھ اٹھانے میں کوشش کیجئے اور مسلمان بچیوں کی تعلیم وتربیت میں دل کھول کر حصہ لیں۔

شعبہ نشر واشاعت جامعہ عثمانیہ پشاور

سالانہ فہرست ﴿العصر﴾ جنوری 2003ء تا دسمبر 2003ء

اداریہ

صفحہ نمبر — مفتی غلام الرحمٰن

عوامی توقعات اور حکومت ۲
بے ضمیری کی درندگی ۵۷
موجود تعلیمی پالیسی میں بنیادی تبدیلی کی ضرورت ۱۱۴
دامن تر مکن ہشیار باش ۱۷۰
افغانستان میں نئے دوستوں کی تلاش ۲۲۶
عالمی مایوسی اور مسلمان ۲۸۲
اقتصادی خود کفالت مگر غیرت کے ساتھ ۳۳۷
اسلامی معاشرہ میں غریب پروری کا تصور ۳۹۴

محاسن القرآن

مفتی غلام الرحمٰن

وقالوا كونوا هوداً او نصارى تهتدوا ۸
صحابہ کرام کا ایمان مثالی تھا ۱۰
اسلامی معاشرہ دینی اقدار کا غلبہ ۱۱
قل اتحاجوننا فى الله الخ ۱۱
محاسن القرآن اور آپ -------؟ ۶۳
سيقول السفهاء من الناس الخ
محاسن ۱۲۱
تعیین قبلہ کی ضرورت ۱۲۲
نسخ قبلہ ایک دفعہ ہے یا دو؟ ۱۲۲

وكذالك جعلناكم امة وسطا الخ

محاسن ۱۲۴

احکام الٰہی پر عمل کے اثرات ۱۲۵

قدنری تقلب وجهك فی السماء الخ

محاسن ۱۲۶

داستان تحویل قبلہ ۱۳۶

قبلہ کے تعین کیلئے جدید آلات کا سہارا ۱۲۶

ولئن اتیت الذین اوتوا الکتب الخ

محاسن ۱۷۸

غیر اسلامی افکار سے متاثر ہونے کی ممانعت ۱۸۰

ولكل وجهة هو موليها الخ

محاسن ۱۸۰

تحویل قبلہ کے حکم میں تکرار کی وجہ ۱۸۱

تحویل قبلہ اور اتمام حجت ۱۸۲

كما ارسلنا فيكم رسولاً منكم الخ

محاسن ۱۸۳

ذکر الٰہی کا دائرہ کار ۱۸۳

یاایهاالذین امنوا استعینوا الخ

محاسن ۲۸۷

صبر، نماز ۲۸۸

ان الصفاوالمروة من شعائر الله الخ

محاسن ۲۹۰

اعمال کا وجود شرعی ۲۹۱

اکتمان حق جرم ہے ۲۹۱

توبہ کی حقیقت ۲۹۲

دارالافتاء — مفتی غلام الرحمٰن

ایک عورت کے بیان سے رضاعت کا ثبوت ۱۹

زکوۃ کے وجوب کی صورت میں نقد نہ ہونا مانع نہیں ۲۰

تعلیق طلاق میں عورت کے بیان کا اعتبار ۲۱

فسق وفجور کی محفل میں شرکت ۲۲

رخصتی سے قبل خلع کی صحت ۲۴

اللہ تعالیٰ کے اسماء کا نام رکھنے سے احتراز ضروری ہے ۲۵

زکوۃ کی ادائیگی میں اظہار ضروری نہیں ۲۵

پیشگی زکوۃ کی ادائیگی ۷۱

قسم کی صورت میں نماز پڑھانے پر حانث ہونا ۷۲

سال میں بار بار عمرہ کا سفر کرنا ۷۲

احرام کی حالت میں مرہم پٹی کرنا ۷۳

اوقات خلوت میں اداب کے تقاضے ۱۴۰

راہ عام میں دیوار گرنے پر نقصان کا ازالہ ۱۴۱

نابالغ کی خرید وفروخت ۱۴۲

بلی کے نقصان کی ذمہ داری مالک پر نہیں ۱۴۳

فوت شدہ نمازوں کا فدیہ ۱۹۶

Scanned with CamScanner

یادحیات ق (۸)	۴۳۳	مولانا حسن جان

اخبار الجامعہ

داخلہ سرگرمی وافتتاحی تقریب	۵۰	مولانا تحمید اللہ جان
تعلیمی سرگرمی	۱۰۸	مولانا تحمید اللہ جان
شریعت کونسل کے چیئرمین مولانا مفتی غلام الرحمن اور رکن شریعت کونسل مولانا حسین احمد کا سفر	۱۶۲	مولانا تحمید اللہ جان
جدید داخلہ تعلیمی سال نمبر 12	۴۳۰	مولانا تحمید اللہ جان

تبصرہ کتب

تبصرہ کتب	صفحہ نمبر	تبصرہ نگار
نام کتاب (آئین وراثت)	۵۳	حافظ احسان الرحمن عثمانی
نام کتاب (جمال یوسف)	۱۱۱	حافظ احسان الرحمن عثمانی
نام کتاب (شرح شمائل ترمذی)	۲۲۰	حافظ احسان الرحمن عثمانی
نام کتاب (میری کتاب زندگی)	۲۲۱	ریاض محمد درجہ تخصص
نام کتاب (مجموعہ صلوۃ وسلام مع احکام شرعیہ)	۳۳۳	حافظ احسان الرحمن عثمانی
نام کتاب (مصطلح الراوی حواشی علی تقریب النواوی)	۳۷۰	حافظ احسان الرحمن عثمانی
نام کتاب (برکات غفوریہ)	۴۳۵	حافظ احسان الرحمن عثمانی
نام کتاب (مجموعۃ الحواشی اعنی ضیاء الراجی علی متن السراجی)	۴۳۶	حافظ احسان الرحمن عثمانی
نام کتاب (سوانح مولانا محمد احمد صاحب)	۴۴۷	حافظ احسان الرحمن عثمانی

جامعہ عثمانیہ پشاور کا ترجمان

ماہنامہ

العصر پشاور

زیر سرپرستی

حضرت مولانا حکیم لطف الرحمن صاحب زید مجدہم

مجلس ادارت

مدیر مسئول
مفتی غلام الرحمن

نائب مدیر
مولانا ذاکر حسن نعمانی

مجلس مشاورت

مولانا حسین احمد
مفتی محمد الرحمن

قانونی مشیر
نثار خان ایڈووکیٹ

ذوالقعدۃ ۱۴۲۳ھ / جنوری ۲۰۰۳ء جلد ۹ شمارہ ۱

فہرست مضامین

صدائے عصر	ادارہ	۲
محاسن القرآن	مفتی غلام الرحمن	۸
قانون ہتک عزت کی شرعی حیثیت	مفتی ذاکر حسن نعمانی	۱۳
دار الافتاء	مفتی غلام الرحمن	۱۹
قرآن کریم میں تحریف کی تحریک	سید علی	۲۷
یادحیات قسط 3	مولانا حسن جان	۳۵
انسانی دماغ	مولانا حافظ حقانی میاں	۳۵
اخبار الجامعہ	مولانا تحمید اللہ جان	۵۰
تبصرہ کتب	حافظ احسان الرحمن عثمانی	۵۳
خوشخبری	ادارہ	۵۶

پبلشر و دفتر دفتر ماہنامہ العصر جامعہ عثمانیہ عثمانیہ کالونی نوتھیہ روڈ پشاور صدر سے شائع کیا
مفتی غلام الرحمن نے وحدت پرنٹنگ پریس جہانگیر بازار پشاور سے چھپوا کر
پوسٹ بکس نمبر ۱۲۰۹ پشاور صدر۔صوبہ سرحد پاکستان فون ۲۷۳۵۶۱-۰۹۱

بدل اشتراک فی پرچہ 15 روپے / زر سالانہ اندرون ملک 125 روپے بیرون ملک 25 ڈالر کی قیمت

مظاہرہ لازمی امر ہے پر جوش بیانات اور دائرہ کار و اختیار سے ہٹ کر اقدامات کے اعلانات سیاسی فضا مکدر بن سکتی ہے۔ ایسا ہی ایجنسیوں کی کارستانیوں کے اثرات بھی کسی سے مخفی نہیں اور ان عیاری سے میدان عمل کے نقشے کی تبدیلی اظہر من الشمس ہے ان تمام خطرات کو سامنے رکھتے ہو عوام کی خدمت کرنا یقیناً وقت کا بڑا چیلنج ہے اور دینی قوتوں کے لیے بڑا امتحان ہے لیکن اللہ تعالیٰ ذات پر اعتماد کر کے اخلاص کے ساتھ قدم لینے سے یہ تمام رکاوٹیں خود بخود دور ہو سکتی ہیں مفاد پرستی کے خول میں پھنس کر خود اپنے لیے مشکلات پیدا کی جا سکتی ہیں

حالات کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مخالف قوتیں جس عیاری سے حکومت کو نا کا سکتی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اہم کام کو پس پشت ڈال کر غیر اہم کاموں میں حکومت کو پھنسا تا کہ ان کی قوت غیر اہم امور میں صرف ہو کر کسی اہم کام کی طرف توجہ نہ دے سکے مثلاً وزراء وزیر اعلی کی تمام سرگرمیاں صرف تبادلوں تک محدود رہیں صبح سے لیکر شام تک وزیر اعلی اور دوسر وزراء صرف اس سے فارغ نہ ہوں کہ ایک آدمی کی تقرری ایک جگہ کر کے دوسرے کو دور تبدیل کر اور محکمہ کی اصلاح کے لیے ان کو وقت نہ مل سکے۔

بعض اوقات صوبائی وزراء کی ویڈیو کیسٹیں جلانے کے کارنامے کی اخبارات میں تصویر شائع ہوتی ہیں اس میں کوئی شک نہیں وڈیو کیسٹ کا جلانا ایک جزوی اصلاح ہے لیکن کیا اس سے بے حیائی اور فحاشی کا انسداد ہو سکتا ہے یا نہیں......؟ مجھے خطرہ ہے کہیں یہ وزراء کو کم اہم باتوں میں پھنسا کر فحاشی کے خلاف ان کو معنی خیز محنت سے دور رکھنے کا ایک حربہ نہ ہو۔ پندرہ بیس کیسٹیں جلا کر معاشرے سے فحاشی اور بے حیائی کا انسداد مشکل ہے بلکہ اس کے لیے تعمیری محنت کر کے ذہن سازی کی ضرورت ہے تا کہ کسی وزیر کی بجائے خود مالک یہ کیسٹیں اٹھا کر بھرے بازار میں جلائے اور عملی اقدام سے لوگوں کو تعلیم دے سکے ایسا ہی صوبائی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے بعض قوتیں ایم ایم اے کی توجہ غیر ضروری کاموں پر لگا سکتی ہیں تا کہ صوبے کو حقوق دلانے کے لیے مرکز سے پنجہ آزمائی پر آمادہ کر سکیں۔ یوں ایک طرف ان کی قوت ایک غیر ضروری مسئلہ پر صرف ہو گی دوسری طرف مرکزی حکومت سے دشمن مول لے کر کامیاب نہیں ہونے دیں گے اسلام کی رو سے صوبے کو حقوق

دلانا کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ ان لوگوں کے لیے مسئلہ ہے جن کی قوت صرف صوبائی حد تک ہے ملکی سطح پر ان کو کوئی پذیرائی نہیں ملتی ہے جبکہ ایم ایم اے ملکی سطح پر نظریاتی پلیٹ فارم کی حامل تنظیم ہے جس کی کسی ایک صوبے کے لیے محنت کر کے حقوق دلانے سے دوسرے صوبے ضرور متاثر ہوں گے اگر بنیادی مسائل حل کرنے میں یہ لوگ کامیاب ہو جائیں تو صوبائی حقوق کے مسائل ان کے ساتھ خود بخود حل ہوں گے ایسا ہی چند دنوں سے بیوروکریٹس کی عیاری سے ایک دوسرے مسئلہ میں صوبائی حکومت کو پھنسانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ عسکری حکمرانوں کے تحفہ ضلعی حکومتوں کو ختم کیا جائے بلکہ ضلعی مشوروں کے لیے اسمبلی کے لفظ کے استعمال پر پابندی عائد کی جائے اگر صوبائی حکومت ایک دفعہ اس میں پھنس جائے تو یہی ان کے لیے کافی ہے۔ آئندہ جا کر کسی دوسرے مسئلہ کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ضلعی حکومتوں کا قیام سیاستدانوں کے اثر و رسوخ کو کم کرنے اور ملک کو علاقائی سطح پر تقسیم کرنے کی ایک مذموم کوشش تھی۔ لیکن اس کے الٹے اثرات بیوروکریٹس پر پڑے۔ جو ان کی بے تاج بادشاہی کے زوال کا پیغام ثابت ہوئے۔ سیاستدان پینترا بدل کر ضلعی حکومتوں پر قابض ہوئے۔ میدان خالی چھوڑنے کی بجائے بیٹے ضلعی اختیارات سنبھال کر باپ یا بڑے بھائی کو صوبائی یا مرکزی سیٹ دلوانے لگے۔ البتہ اس کا یہ اثر ضرور ہوا کہ ڈی ایم جی گروپ کے آفیسر عالی شان محلات کی بجائے دو کمروں کے دفتر میں محبوس ہو کر رہ گئے۔ اس لئے بیوروکریسی اپنے ان مقاصد کی تکمیل کے لئے صوبائی حکومت کو اس میں پھنسا سکتی ہے۔ کہ ضلعی حکومتوں کا قیام غیر قانونی ہے۔ ان کو فنڈ کے استعمال کے مواقع دینا صوبائی اور مرکزی ممبران کے دائرہ اختیار میں بے جا دخل دینے کے مترادف ہے۔ ظاہر ہے اگر صوبائی حکومت اس دلدل میں ایک دفعہ پھنس گئی تو اس سے بیک وقت دو طاقتوں سے دشمنی کرنی پڑے گی۔ عسکری حکمران جو اس نظام کے بانی مبانی ہیں وہ کبھی اس نظام کو ناکام کہہ کر ختم کرنے پر تیار نہیں جو بھی اس نظام کے خلاف آواز بلند کرے گا عسکری حکمرانوں سے دشمنی کرنی پڑے گی۔ نیز ضلعی حکومتوں کے حوالے سے کونسلرز حضرات کو تھانے میں جو اختیارات ملے ہیں۔ یا ناظم اعلی کے ہاتھ میں زمام اقتدار دیکر پولیس ان کو حوالے کی گئی ہے۔ یا فنڈ ان کے حوالے کر کے خرچ کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے۔ وہ لوگ کبھی اس کو ختم

Scanned with CamScanner

کرنے کے حق میں نہیں بڑا دیندار کونسلر کیوں نہ ہو- وہ کبھی اس کے لئے تیار نہیں ہوگا کہ ضلعی حکومتیں ختم ہوکر ان کے اختیارات سلب ہوں- اس لئے ضلعی حکومتوں کی مخالفت کی صورت میں معاشرہ میں یہ لوگ ایم ایم اے کے خلاف فضا ہموار کرنے میں مخالف قوتوں کے لئے ہتھیار ثابت ہوسکتے ہیں- بہتر یہ ہوگا کہ صوبائی حکومتیں یہ مسئلہ مرکزی حکومت کے کندھوں پر ڈال کر خود خاموش رہنے میں عافیت سمجھیں-لیکن اختیارات کے نتیجہ میں تصادم کے قوی امکان کی صورت میں اس مسئلہ میں غیر جانبدار رہنے کے مواقع بہت کم دکھائی دے رہے ہیں-

ایم ایم اے کی کامیابی اس صورت میں ہوسکتی ہے جب انکے زیر اقتدار علاقوں اور دائرہ اختیار میں نمایاں تبدیلی محسوس ہو- معاشرہ دیندار لوگوں کو زمام اقتدار حوالہ کرنے میں اس وقت بہتر نتائج سے بہرہ ور ہوسکتا ہے- جب وہ اس دور میں نمایاں تبدیلی محسوس کریں- اس وقت تک عوام اس کو کامیابی نہیں سمجھیں گے جب تک ان کو دوسرے ادوار سے تبدیلی کا مشاہدہ نہ ہو لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشرہ میں تبدیلی کیسے ہوگی؟ میرے خیال میں ایم ایم اے کے ممبر حضرات زیادہ تر ایسے لوگ ہیں جو معاشرہ کے غریب طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں- چونکہ ایم ایم اے کی کامیابی غیر متوقع تھی کسی کو ان کی کامیابی پر یقین نہیں تھا اسلئے سرمایہ داروں چودھریوں اور روایتی سیاستدانوں کو ایم ایم اے کے پلیٹ فارم استعمال کرنے کا کوئی خاص موقع نہیں مل سکا- زیادہ تر وہ لوگ قومی اور صوبائی اسمبلی میں پہنچنے میں کامیاب ہوئے جو خود ایک معمولی گاڑی رکھنے کی توفیق نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی اس بات کی کہ کسی دفتر یا ہسپتال میں وی آئی پی رہیں-لہذا یہ لوگ معاشرہ کے مسائل کا بہتر ادراک رکھتے ہیں ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ غریب آدمی سوئی گیس یا واپڈا کے کن مظالم کا شکار ہوتا ہے؟ ایک نادار بیمار ہسپتال کے گیٹ پر ڈاکٹروں کی بے رخی کیوجہ سے ایڑیاں رگڑ کر کیسے مرتا ہے؟ کچہری میں انصاف کیسے بکتا ہے؟ اور تھانے میں شریف آدمی کی بنسبت سے چور ڈاکو اور بدمعاش کو کیا پروٹوکول ملتا ہے؟ ایسا ہی امن وامان کی کیا حالت ہے؟ امن کی علمبردار اور گھر کی محافظ پولیس غریب لوگوں کی عزت وناموس سے کیسے کھیلتی ہے؟ زبوں حال معاشرہ کے ظلم زدہ طبقہ پر نظر دوڑائی جائے تو یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ بے روزگاری کا عفریت کیسے لوگوں کے دل ودماغ پر مسلط ہے؟ نان شبینہ کے

لیے ترسنے والے جب شکم پری سے عاجز آتے ہیں-تو قیمتی زندگی سے جان چھڑانے کے لیے خود سوزی یا خودکشی کے حربے کیسے استعمال کرتے ہیں؟

تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ وقت میں اندرون ملک تین اہم مسائل قابل توجہ ہیں-

۱- امن وامن کی بحالی-

۲- کرپشن کا خاتمہ کر کے عام آدمی کو حقوق دلانے کے لیے آسان لائحہ عمل طے کرنا-

۳- عوام کو روزگار کے مواقع فراہم کرنا-

ان کے علاوہ بیرون ملک سیاسی ساکھ کی بحالی اقتصادی میدان میں اپنے آپکو منوانا اور خارجہ پالیسی مرتب کرنا صوبائی حکومت کے لیے غیر متعلقہ میدان ہے اس کی ذمہ داری مرکزی حکومت پر پڑتی ہے وہ اس کے بارے میں بہتر علاج تجویز کر سکتی ہے یہ مسائل جس طرح موجودہ صوبائی اسمبلی کے فلور پر حل کیے جاسکتے ہیں اس سے قبل اس کی امید نہیں تھی کیونکہ گذشتہ ادوار میں وہ لوگ اسمبلی میں بیٹھے تھے جو بے چارے ان مسائل سے نابلد تھے جبکہ موجودہ ممبر حضرات خود اس معاشرے کی پیداوار ہیں جن مسائل سے یہ معاشرہ لبریز ہے یہ حضرات اس کے بارے میں بہتر حل پیش کر سکتے ہیں-

میرے خیال میں موجودہ دور کے ان مسائل کے لیے قابل عمل حل پیش کرنا اسلامی نظام کا خلاصہ ہے اسلام یہی چاہتا ہے کہ کوئی بھوکا نہ سوئے- ہر ایک کو روزگار کے بہتر مواقع میسر ہوں، علم و دانش کے دروازے عوام پر کھول دے جائیں ہر مظلوم کی دادرسی ہو اس کو انصاف ملے اور معاشرے میں امن وسکون ہو یہی اس آفاقی نظام کا پیغام ہے جو پوری کائنات کی فلاح وکامیابی کا ضامن ہے

والعصر ان الانسان لفی خسر

Scanned with CamScanner

مفتی غلام الرحمٰن

و قالوا كونوا هودا او نصارى تهتدوا ط قل بل ملة ابراهيم حنيفا وما كان من المشركين o قولوا امنا باالله وما انزل الينا وما أنزل الى ابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب والاسباط وما أوتى موسى و عيسى وما أوتى النبيون من ربهم لا نفرق بين احد منهم و نحن له مسلمون o فان امنوا بمثل ما امنتم به فقداهتدوا وان تولوا فانما هم فى شقاق فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم o صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ط ونحن له عابدون o

ترجمہ:-

اور کہنے لگے یہودی یا عیسائی بن کر ہدایت پاؤ گے۔آپ ؐ فرمادیجیے ہم ملت ابرہیمی کے پابند ہیں جو خالص دین تھا اور نہ اس کا دامن شرک آلود تھا- آپ ؐ کہہ دیجیے ہم اللہ تعالی پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا (قرآن) اور جو ابراہیم ،اسماعیل ، اسحاق ، یعقوب اور اس کی اولاد پر نازل ہوا جو کچھ موسی وعیسی کو دیا گیا اور جو کچھ ان انبیآ ءعلیہ السلام کو اُنکے رب کی طرف سے ملا، سب پر ایمان لائے ہیں- ہم ان میں سے کسی میں بھی کچھ فرق نہیں کرتے۔ہم اسی ہی کے ماننے والے ہیں پھر بھی اگر یہ لوگ اسی طرح ایمان لائے-۔جس طرح تم ایمان لائے ہو تو یقیناً راہ یاب ہوں گے لیکن اگر بے توجہی کا مظاہرہ کریں تو یہ ان کی ہٹ دھرمی ہوگی پس اللہ تعالی تمہارے لیے ان سب سے کافی ہے وہی سننے اور جاننے والا ہے اللہ تعالی کا فطری رنگ اختیار کرو اس سے بڑھ کر کس کا رنگ بہتر ہے ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

محاسن:-

محاسن:- یہود کے خود ساختہ مشرکانہ عقائد اور رسوم کی حقیقت کھلنے کے باوجود یہ لوگ عوام کو دھوکہ دے کر اپنے مذہب کے ابدی ہونے کا دعوی کر رہے تھے صرف یہود نہیں بلکہ عیسائی بھی اس مرض میں مبتلا تھے کہ نجات کا واحد راستہ ان کے عقیدے کو اختیار کرنا ہے چنانچہ ہر ایک کا دعوی تھا کہ نجات کے لیے صرف ہمارا ہمنوا بننا ہوگا ان آیات میں اس پر شکوہ اور آگے الزامی جواب بھی دیا جا رہا ہے۔یہود اور انصاری انبیاء سے توحید کا سبق ملنے کے باوجود مشرکانہ عقیدہ کے داعی تھے کیونکہ جہاں یہودیت کی دعوت تھی اس میں حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا ماننے کا تصور مخفی تھا جبکہ عیسائیت کے عقیدہ میں حضرت عیسی اور اس کی ماں کی الوھیت کا سبق مضمر تھا یہ لوگ اپنے مکروہ چہرے چھپانے کے لیے حضرت اسماعیلؑ کو بطور ڈھال استعمال کرتے تھے۔قرآن اسلام اور اھل کتاب کے مروجہ عقائد کے درمیان ایک تقابلی جائزہ پیش کر کے یہ ثابت کر رہا ہے کہ انبیاء سابقہ کے مشن کا علمبردار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔اس لیے یہود اور عیسائیوں کے دعوے کی تردید کر کے کہا جا رہا ہے کہ ہمیں یہودیت یا عیسائیت اپنانے کی ضرورت نہیں ہے ہم سیدنا حضرت ابراھیمؑ کی ملت کے پابند ہیں جس میں شرکت کا شائبہ نہیں پایا جاتا۔

خود ابراھیمؑ تمام ادیان سے مبرا ہو کر صرف اللہ تعالی کی طرف مائل ہوئے تھے پھر دونوں نظریات کے درمیان تقابلی جائزہ کی حقیقت یہ ہے۔کہ یہود یا عیسائی انفرادیت کا شکار تھے وہ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر رہے تھے یہ ایک دوسرے کے دین کو بے بنیاد قرار دے رہے تھے جبکہ انکے مقابلے میں اسلام وسعت فکری اور بالغ نظری کا حامل ہے۔کیونکہ ہم ان تمام مذاہب کو حق سمجھتے ہیں۔جو اللہ تعالی نے اپنے اپنے وقت میں انبیاء کے ذریعے دنیا میں بھیجے۔خواہ یہ حضرت ابراھیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ اور اس کی اولاد کا علمی سرمایہ ہے یا حضرت موسیؑ، حضرت عیسیؑ یا دوسرے انبیاء کی طرف بھیجی ہوئی وحی ہو۔ہم اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے انبیاء کے درمیان یہ فرق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض سے انکار کریں۔بلکہ ہم اللہ تعالی کے فرمانبردار ہیں؛ اور اس کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر کو حق سمجھتے ہیں۔یہ اسلام کی وسعت فکری کا بین ثبوت ہے۔کہ اس کے دروازے سب پر کھلے ہیں- یہودی یا عیسائی جو بھی ہو اتنی عداوت کے باوجود توبہ نکال کر صدق دل سے ایسا ایمان لائے ہیں جیسا کہ پیغمبر اور صحابہ ایمان لائے تھے۔تو پھر یہ بھی راہ یاب ہونگے لیکن

Scanned with CamScanner

اسلام کی حقانیت ہونے کے باجود اگر یہ لوگ اسلام قبول نہ کریں، پھر یہ ان کی ہٹ دھرمی کے سوا کچھ بھی نہیں پھر بھی مسلمانوں کو تسلی دی جاتی ہے ان کی ہٹ دھرمی اور دین دشمنی کے باوجود تمہاری حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ وہ تمہارے لیے کافی ہے کیونکہ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ نصرانی مذہب اختیار کرنے کے لیے بپتسمہ لازمی امر ہے یہاں تک کے چھوٹے بچوں کو بھی اس رسم سے گزرنا پڑتا ہے یہ ایک خاص قسم کے زرد پانی سے نہلانا ہوتا ہے تاکہ گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہو جائے مذہبی رسوم میں شرکت کی اجازت اس وقت تک کسی کو نہیں ہوتی جب تک اس رسم سے گزرے قرآن کریم کہہ رہا ہے تم کہو ہم نے اللہ تعالیٰ کا رنگ قبول کیا ہے اور یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اللہ کا رنگ اختیار کر کے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔ یہ کہو اسلام کے رنگ کی موجودگی میں ہمیں کسی دوسرے مصنوعی رنگ کی ضرورت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے رنگ سے بہتر کسی کا رنگ نہیں ۔ اور ہمارا اعلان ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہیں اس کے سوا کسی کو معبود نہیں مانتے۔

صحابہ کرامؓ کا ایمان مثالی تھا۔

آیت پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض پر رہنے والوں کے سامنے راہ یابی اور ہدایت پانے کے لیے صحابہ کرام کا ایمان بطور نمونہ پیش کیا کیونکہ صحابہ کرام ہی ان آیات کے اولین مخاطب تھے۔ جن کا ایمان ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک تھا اور اللہ تعالیٰ کو مقبول تھا اس لیے اھل کتاب بارے میں کہا گیا اگر یہ لوگ تمھاری طرح ایمان لائیں یقیناً راہ یاب ہوں گے تو معلوم ہوا کہ حق شناسی کے لیے ہمیں حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھنا ہوگا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں جو عقیدہ رکھا صفات کے جو رموز ان پر کھلے اور حضرت محمد ﷺ پر جانثاری کے نمونے انہوں نے چھوڑے ان کو اپنا کر ہم اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ اسلام کی عملی زندگی صحابہ کرام نے پیش کی۔ آپ حضرات اسلام کے اولین گواہ ہیں جن کے ذریعے ہمیں حضرت محمد ﷺ کی زندگی پہنچی اور قرآن اس لیے صحابہ کرام پر اعتماد مسلمانوں کی اولین ذمہ داری ہے۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرام ہمارے لیے معیار حق ٹھرے جبکہ آپ سے زندگی میں بعض

کمزوریاں سرزد ہوئیں۔ اجتماع گناہ کے لیے ایک ایسی زندگی کیسے بطور نمونہ پیش کی جا سکتی ہے جس میں تقصیرات سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس کا جواب یہ ہے صحابہ کرام سے بحیثیت انسان گناہ ہونے سے انکار نہیں۔ اولاد آدم میں صرف اور صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسی برگزیدہ شخصیات ہیں جن کا دامن معاصی کی آلودگیوں سے پاک ہے۔ منصب نبوت کے حاملین کو اللہ تعالیٰ نے معصوم رکھا۔ ان کے علاوہ کسی کے بارے میں یہ ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ لیکن گناہ سرزد ہونا معیار حق ہونے کے لیے رکاوٹ نہیں بلکہ گناہ پر ڈٹ کر اصرار کرنا عیب ہے صحابہ کرام میں یہ کمزوری نہیں پائی جاتی ہے بتقاضائے بشریت جب گناہ سرزد نہ ہوتو اس کے بعد فوری طور پر بھری محفل میں اپنی کمزوری کے اعلان کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کی چنانچہ خود مجرم خود گواہ اور خود قاضی بنکر سزا تجویز کرنا صحابہ کرام کی خوبی تھی جو کامل ایمان کی دلیل ہے۔ بقول شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ انہوں نے گناہ کیا نہیں بلکہ کرایا گیا اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ کی عملی تعلیم کے بعض وہ پہلو جن کا صدور ذات اقدسؐ کے شان عالی کے مناسب نہ تھا۔ ان کا صدور صحابہ کرام سے ہوا تاکہ آپ کی عملی تعلیم کامل اور مکمل ہو جائے۔

اسلامی معاشرہ میں دینی اقدار کا غلبہ ہونا۔

قرآن نے "اسلام" کو اللہ تعالیٰ کا رنگ قرار دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسلام محض زبانی اقرار یا چند باطنی عقائد کا نام نہیں بلکہ مخلصانہ عقیدہ اور اختیاری اقرار کے علاوہ وضع قطع میں اسلامی شعائر کا اظہار بھی ضروری ہے تاکہ اسلامی زندگی کا مشاہدہ ہو سکے اس لیے معاشرہ میں شکل وصورت وضع قطع نشست و برخاست اور کردار و گفتار میں اسلامی اقدار کا محسوس ہونا لازمی امر ہے اسلامی معاشرہ ایسی خوبیوں کا حامل ہے جس کا مشاہدہ عام آدمی کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام اور حضرت محمد ﷺ کے مبارک طریقوں کی روشنی میں زندگی گزارنا ہی اللہ کا رنگ ہے ظاہر ہ اسلامی معاشرہ کا تصور اسلام نے پیش کیا ہے یہ انسان فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس لیے بڑھ کر کوئی بہتر نمونہ زندگی گزارنے کا کوئی پیش نہیں کر سکتا۔

قل اتحاجوننا فی اللہ وھو ربنا وربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن له

Scanned with CamScanner

والاسباط ویعقوب واسحاق واسماعیل ابراهیم ان تقولون ام o مخلصون عنده شهادة کتم ممن اظلم ومن الله ام اعلم أانتم قل ط نصاری او هودا کانوا ما ولکم ماکسبت لها قدخلت امة تلك o تعملون عما بغافل الله وما ط الله من o یعملون کانوا عما تسئلون ولا کسبتم

ترجمہ:-

آپ کہہ دیجیے کیا تم اللہ تعالی (کی توحید) کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہ ہمارا رب ہے اور تمھارا بھی رب ہے۔ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لے تمھارے اعمال ہیں اور ہم تو اسی کے مخلص ہیں کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ ابراھیم، اسماعیل، اسحٰق، یعقوب، اور اس اولاد یہودی یا عیسائی تھے آپ ان سے پوچھیے کیا تم بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالی (لیکن یہ بھی یاد رکھیں) کہ اس سے بڑا ظالم کوئی نہیں جو علم کے ہوتے ہوئے اللہ تعالی کی گواہی چھپائے اور اللہ تعالی تمھارے کیے ہوئے سے بے خبر نہیں۔مقدس جماعت تھی جو اپنے وقت میں گزری ان کے لیے انکی کمائی اور تمھارے لیے تمھاری کمائی ہے تم سے نہیں پوچھا جائیگا کہ وہ کیا کرتے تھے۔

محاسن:-

شکوہ کے بعد بطور زجر کہا جارہا ہے سوچنے کی بات ہے آخر کار تم ہمارے ساتھ جس مسئلہ میں جھگڑ رہے ہو یہ مسئلہ جھگڑے اور بحث ومباحثہ کا نہیں بلکہ اللہ تعالی کی توحید کا مسئلہ تمام انبیاء کا متفقہ مشن رہا ہے یہ بلا چون وچرا ماننا چاہیے اللہ تعالی ہمارا رب ہے ایسا ہی تمھارا رب بھی ہے پھر جھگڑنے تک نوبت کیسے پہنچی؟ لیکن یاد رکھو ہمارے لیے ہمارے موحدانہ کردار کا نتیجہ ہے اور تمھارے لے تمھارے اعمال ہیں ہم تو خالص اس رب کے لئے ہیں جب تمام ایک رب کی مخلوق ہے اور ایک رب ماننے والے ہیں پھر ایک دوسرے کو برداشت کرنا پڑے گا۔یہودی اور عیسائی غلو کے شکار ہیں وہ کبھی کھبار گذشتہ اپنے انبیاء کو بھی اپنی گروہ بندی میں لانے کی کوشش کرتے یہاں تک حضرت ابراھیم، حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب کو بھی یہودی یا عیسائی سمجھ رہے تھے قرآن کہہ رہا ہے۔یہ تمھارا بے بنیاد دعوی ہے۔ تمہاری یہودیت اور عیسائیت خود ساختہ مشرکانہ عقائد سے بھری

پڑی ہیں حالانکہ انبیاء توحیذ کے علمبردار تھے۔اور اگر یہ گروہ بندیاں بعد کی پیداوار ہیں کیا تم اس کے بارے میں بہتر جانتے ہو یا اللہ تعالی بہتر جانتا ہے تم خود اپنی علمی سرمائیہ میں غور کر کے دیکھو۔تمھارے دعوی کی حقیقت کھل جائیگی لیکن تم گروہ بندی کا شکار ہو کر حقیقت پسندی سے کوسوں دور ہو اس سے بڑا کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالی کے دیے ہوئے علم کے باوجود حقیقت سے آنکھیں بند کر کے انکار کرے اللہ تعالی تمھارے اس کردار سے بے خبر نہیں۔ان کو اپنے بڑوں کے کردار پر ناز تھا اور ائی کے اعتماد پر گمراہی کی ترویج کر رہے تھے اس لیے صاحبزادگی کے تصور کے خاتمہ کے لیے یہ اعلان دوبارہ ہوا اسلاف کے لیے انکے کارنامے تھے جو ساتھ لے گئے اور تمھارے اعمال میں تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ ان کے اعمال کیا تھے

ہمارے اکابر اپنے متعلقین واحباب کو

یا حیّ یا قیّوم برحمتک اَستغیثُ

کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

کہ جب کوئی مشکل درپیش ہو تو اس دعا کو صبح وشام کم از کم سو بار پڑھا کریں

اگر اس سے زیادہ جتنی ہمت ہو۔

شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی رح

Scanned with CamScanner

قانون ہتک عزت کی شرعی حیثیت

(مفتی ذاکر حسن نعمانی)

انسان جب کسی جرم کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کے لئے شریعت میں اگر سزا متعین ہے تو اس کو حد کہتے ہیں مثلاً شراب نوشی، زنا اور چوری۔ اگر کسی جرم کی سزا متعین نہیں تو جرم اور مجرم کو مدنظر رکھتے ہوئے حاکم وقت مختلف طور پر جو تادیبی کاروائی کرتا ہے اسے تعزیر کہتے ہیں۔ حاکم وقت کبھی برا بھلا کہہ کر تعزیر دیتا ہے کبھی جیل میں ڈال کر، کبھی مار پیٹ کے ذریعے، کبھی جرمانہ کر دیتا ہے، کبھی قطع کلامی اور اعراض کے ذریعے ادب سکھلاتا ہے۔ الماوردیؒ فرماتے ہیں تعزیری سزا حد کی سزا سے تین باتوں میں مختلف ہے۔

پہلا فرق:۔ اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کی تادیب نچلے طبقہ کے لوگوں سے خفیف اور ہلکی ہوتی ہے اور حدوالی سزا میں مساوات ہے۔ امام الحرمین الجوینی فرماتے ہیں (**اقیلوا ذوی الھیات عثراتھم**) بڑے لوگوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو۔ کتاب کے حاشیہ میں حدیث مذکورہ کے ساتھ الاحدود اُ کا لفظ بھی ہے یعنی اگر حدوالی سزا ہے تو پھر بلا امتیاز ہر ایک کو پوری سزا دینا ہوگی۔ (غیاث الاصم ص163) مثلاً بڑے آدمی کی تعزیر یہ ہے کہ اس سے اعراض کیا جائے یا قطع کلامی۔ اور کم رتبہ والے شخص کو جھڑکا جائے یا برا بھلا کہا جائے جس میں تہمت یا گالی نہ ہو۔

دوسرا فرق:۔ حد میں معافی اور سفارش جائز نہیں اور تعزیر میں جائز ہے اگر تعزیر کا تعلق حقوق سلطنت اور اصلاح کے ساتھ ہے، حقوق العباد سے نہیں تو حاکم وقت کو اختیار ہے کہ معاف کر دے یا تعزیر دے۔ اور اگر تعزیر حق العبد سے متعلق ہے تو حاکم معاف نہیں کر سکتا جب تک متعلقہ شخص مثلاً خود مضروب (پٹا ہوا) مشتوم (جس کو گالی دی گئی ہو) اور بے عزت ہونے والا شخص معاف نہ کرے۔ اگر ہتک کرنے والا شخص بے عزت ہونے والے شخص کے خلاف مقدمہ دائر کرنے سے قبل معافی مانگ کر یا کسی طرح اس کو راضی کر دے تو بے عزت ہونے والے شخص کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔

تیسرا فرق:۔ یہ ہے کہ حدوالی سزا میں حد لگنے والے شخص کا جو نقصان ہو اس کے ضمان اور تاوان کی ذمہ داری حکومت پر نہیں آتی اگر تعزیری فعل اور سزا سے کسی شخص کا زیادہ نقصان ہو جائے تو حکومت

ذمہ دار ہوگی مثلاً حاکم مجرم کو صرف دھمکانا چاہتا تھا لیکن مجرم کی جان نکل گئی تو حکومت ذمہ دار ہوگی۔ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو دھمکایا اس نے خوف سے اپنا پیٹ اندر کو دبا دیا جس سے اس کا حمل ساقط ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے کے ساتھ جنین (پیٹ کا حمل) کی دیت ادا کی۔

تعزیر کے وجوب کا سبب:۔

علامہ کاسانی فرماتے ہیں (**اما سبب وجوبه فارتكاب جناية ليس لها حد مقدر فى الشرع سواء كانت الجناية على حق الله تعالى كترك الصوة والصوم و نحو ذالك او على حق العبد بان اذى مسلماً بغير حق بفعل او بقول يحتمل الصدق والكذب بان قال له يا خبيث يا فاسق يا فاجر يا كافر**) ایسا جرم، جس کے لئے شریعت میں متعین سزا نہ ہو خواہ اس جرم کا تعلق اللہ کے حقوق سے ہو، مثلاً نماز و روزہ ترک کرنا یا جرم کا تعلق بندہ کے حق کے ساتھ ہو مثلاً کسی مسلمان کو ناحق قول اور فعل سے تکلیف پہنچانا مثلاً مسلمان کو خبیث، کافر، اور فاسق کہنا (**لا نه الحق العار بالمقذوف**) کیونکہ گالی دینے والے نے مسلمان کو عار دلایا (بدائع الصنائع ج ۷ ص63) اس کو معاشرہ میں بے عزت اور بے وقعت کر دیا لہذا عار دور کرنے کے لئے اور اپنا مقام دلانے کے لئے شریعت نے اس کو حق دیا کہ عدالت کی طرف رجوع کرے تاکہ معاشرہ میں کوئی اور شخص کسی کو عار دلانے یا بے وقعت کرنے کی جرات نہ کرے۔

تعزیری سزا کا جواز:۔

ابن الہمام فرماتے ہیں (**قال تعالى فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فان اطعنكم فلا تبغوا عليهن سبيلا ۔امر بضرب الزوجات تا دیباً و تهذيباً و فى الكافى عليه الصلوة والسلام لا ترفع عصاك عن اهلك و روى عنه انه عليه الصلوة والسلام عزر رجلاً**

Scanned with CamScanner

قال لغیرہ یا مخنث وفی المحیط و روی عنه علیه الصلوة و الس
قال رحم الله امرأ علق سوطه حیث یراہ اهله ﴾ ارشاد باری ہے کہ تو ان بی
کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مار وان کو، پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کر وان پر را
بیوں کی تادیب و تہذیب کے لئے مارنے کا حکم دیا گیا ہے اور حضورؐ کا فرمان ہے کہ ادب کی لاٹھی
والوں سے نہ اٹھاؤ۔ حضورؐ نے ایسے شخص کو تعزیر دی جس نے دوسرے شخص کو مخنث (ہیجڑا) کہہ کر
تھا اور حضورؐ کا فرمان ہے کہ اللہ رحم فرمائے اس شخص پر جس نے ادب کا کوڑا ایسی جگہ لٹکایا ہو جہ
والے دیکھتے ہوں (فتح القدیر ج ۵ ص 112) جب ایک گھر کے سربراہ کو اپنے گھر کو صحیح اسلامی خط
استوار کرنے کے لئے ادب کا کوڑا لٹکانا جائز ہے بلکہ ایسا کرنے والے کے لئے دعا کی گئی ہے او
ایک اچھا اور مستحسن فعل سمجھا گیا ہے تو صحیح ملکی انتظامیہ چلانے کے لئے کیوں جائز نہیں کہ لوگو
عزت، آبرو، وقار اور مقام کو برقرار رکھنے کے لئے ہتک عزت کے قانون کا کوڑا دکھلایا جائے تا ک
معاشرے کے اندر کسی کی آبروریزی کی جرات نہ کرے۔ اسلام میں مسلمان کی آبرو اور وقار ک
احترام ہے بلکہ لوگوں کی آبرو کو برقرار رکھنے کے لئے حد قذف کا قانون مقرر ہے جس کا ذکر ق
میں موجود ہے۔ **والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتو باربعة شهد**
فاجلدوهم ثمنین جلدةً ولا تقبلوا لهم شهادةً ابداً ﴾ جو لوگ پاک دا
عورتوں کی طرف زنا کی نسبت کریں پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گو
ہرگز قبول نہ کرو (النور)

صاحب ھدایہ فرماتے ہیں جب کوئی شخص کسی پاک دامن عورت یا مرد پر صریح زنا کا الزام لگائے
مقذوف (جس پر الزام ہے) حد کا مطالبہ کرے تو حاکم قاذف (الزام تراش) کو اسی کوڑے لگوا
(کتاب النکاح ھدایہ) اس قانون کا مقصد صرف مسلمان کی آبرو کی حفاظت ہے تا کہ کوئی کسی کی آ
ریزی نہ کرنے پائے۔ مقذوف کا حق ہے کہ گورنمنٹ سے مطالبہ کرے کیونکہ یہ بندہ کا حق ہے۔
کے الزام کے علاوہ اگر اور طریقوں سے کسی کی آبروریزی کی تو اس کے لئے تعزیری سزا ہے یہ سزا
قانون کے تحت دی جائے گی لیکن سزا کی مقدار حکومت کی صواب دید پر ہے اب ان لوگوں کو سو

چاہیے جو ہتک عزت کے قانون کو کالا قانون کہتے ہیں یہ بڑی بے انصافی ہے کہ ایک طرف کسی کی عزت کے ساتھ کھیلا جائے اور دوسری طرف کوئی قانون نہ ہو پھر تو عیاذ اًباللہ قذف کا قانون بھی صحیح نہیں ہے حالانکہ قرآن مجید کی صریح نص ثابت ہے۔

کسی کو بے عزت اور بے وقعت کرنے کے موجودہ طریقے:۔

کسی کو سب کے سامنے بلاوجہ گالی دینا یا اس کو فاسق فاجر یا چور کہنا، اخبار ریڈیو ٹیلی ویژن کے ذریعے کسی پیغام میں اس کو بدنام کرنا، کسی اخباری کارٹون میں کسی کا مذاق اڑانا اور بے وقعت کرنا۔ آج کل ایسے کارٹون بنائے جا رہے ہیں جن میں متعلقہ شخص کے ساتھ کھلا مذاق اور استھزاء ہوتا ہے اور اس کی بدنامی کا باعث ہوتا ہے کارٹون بنانا کسی مسلمان کو فعلی ایذا دینا ہے کسی کو تکلیف دینے کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں جس شخص کو کسی طرح بے وقعت کیا گیا ہے اس کے لئے مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہونا چاہیے یا پھر ہتک کرنے والا معافی مانگ لے، جس ذریعہ سے ہتک کیا گیا ہے اسی ذریعہ سے مقدمہ دائر کرنے سے قبل تدارک اور تلافی کر لے ورنہ گورنمنٹ کو چاہیے کہ ہتک کرنے والے کو تعزیری سزا دے جس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں، مثلاً قید کرنا، مارنا، برا بھلا کہنا جبکہ گالی نہ ہو، اعراض و قطع کلامی، مالی جرمانہ اور چند کوڑے مارنا وغیرہ۔

ہتک عزت اور آزادی صحافت:۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہتک عزت کا قانون وضع کرنا زیادتی ہے عوام کو معلومات فراہم کرنے اور آزادی صحافت کے راستے میں قانونی رکاوٹ بن جائے گی۔ تنقید کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ یہ باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جن کو شریعت کی پابندی کا پاس نہیں۔ آج کل کی صحافت میں شرعی پابندیوں کا لحاظ عنقا ہے۔ ضابطہ اخلاق کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ ہر اخبار جھوٹ اور متضاد خبروں کا پلندہ بنا ہوا ہے بھاری رقوم کے عوض کسی شخص یا جماعت کے نظریہ کو عام کرنے کے لئے قلم کی جولانیاں دکھاتے ہیں تنقید کی آڑ میں دوسروں پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے غیبت اور الزام تراشیاں ہوتی ہیں۔ یہ پرواہ نہیں کی جاتی کہ کس کی دل آزاری ہوگی۔ فحش تصاویر کی بھرمار ہوتی ہے نوجوان نسل کے ذہن کو خراب کر کے رکھ دیا

Scanned with CamScanner

جاتا ہے۔ ملک اور قوم کے مفید اور خفیہ رازوں کو آشکارا کرنے کے عیب کو اپنا ہنر اور کمال سمجھتے ہی حالانکہ اخبار کا مقصد لوگوں کو معلومات فراہم کرنا ہے تنقید میں شرعی قیود کی پابندی لازمی ہے مثلاً شخص سے ملک وملت کے ضرر کا اندیشہ ہے تو ایسے شخص کے ضرر سے ملک وملت کو محفوظ کرنے کے مہذب طریقے سے لوگوں کو خبردار کیا جائے حالانکہ بعض اوقات کسی نیک شخص کو اخبار کے ذریعے بر رسوا کیا جاتا ہے حالانکہ فقہائے کرام تو اس کو ہتک عزت کہتے ہیں کہ کسی کو فاسق یا خبیث کے نام پکارا جائے صاحب ہدایہ فرماتے ہیں (لانہ آذاہ والحق الشین بہ) کیونکہ اس شخص تکلیف پہنچائی اور بدنام کردیا۔

تو بدنام کرنے والے کو وجوباً تعزیزی سزا دی جائیگی اب اس کے مقابلے میں دیکھیں اگ کسی شخص کو اخبار یا دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے رسوا کر کے ساری دنیا کو خبردار کیا جائے تو ساری د میں اسکے وقار کو خاک میں ملا دیا گیا مثلاً کسی کے خلاف جھوٹا سکینڈل بنا دیا لہذا ذرائع ابلاغ ک ذریعہ کسی کی عزت کے ساتھ کھیلا جائے تو ضرور تعزیری سزا ہونی چاہیے۔ عوام کو جائز عنوانات کے تحت ناجائز امور کے ارتکاب کا پتہ نہیں چلتا ہے۔ حق تنقید، مفید معلومات فراہم کرنا، آزادی صحافت، اظہا رائے کی آزادی اور کلچر کی حفاظت بظاہر بڑے پرکشش اور جائز عنوانات ہیں لیکن ان جائز عنوانات کے تحت ہر قسم کے گناہ اور بے اعتدالیوں کو جائز سمجھا جاتا ہے۔ ہر تقریر و تحری میں جھوٹ، غیبت، بہتان، دھوکہ، چغلی، گالی اور دیگر دل آزاری والے تمام غیر شرعی امور سے اجتناب ضروری ہے

ایک عورت کے بیان سے رضاعت کا ثبوت

سوال۔ مسماۃ فضیلت بیگم کی بیٹی کی منگنی زید کے ساتھ ہو رہی تھی اچانک لڑکی کی ماں نے یہ دعوی کیا کہ میں زید کو ایام رضاعت میں دودھ پلا چکی ہوں اس عورت کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے کیا ایسی صورت میں اس ایک عورت کے بیان کو اعتبار دے کر رضاعت ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا

سعید اللہ بخشی پل پشاور

الجواب وباالله التوفيق

رضاعت کا اثبات دیگر دعاوی کی طرح اقرار یا گواہ کا محتاج ہے جہاں کہیں اقرار نہ ہو تو با قاعدہ گواہی کے بغیر رضاعت کا ثبوت مشکل ہے اور پھر گواہی میں عدد کی رعایت ضروری ہے۔ یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہی میں ہونا ضروری ہے۔ صرف ایک عورت کی گواہی سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی اگرچہ یہ عورت دودھ پلانے والی کیوں نہ ہو۔ صورت مسئولہ میں معاملہ چونکہ نکاح سے قبل کا ہے اس لئے اگر اس عورت کے بیان میں کسی کذب بیانی، ذاتی مفادات یا جانب داری کا شبہ نہ ہو تو پھر اس کے بیان پر اعتبار کر کے نکاح کرنے سے احتراز کیا جائے تا کہ کہیں حرام میں واقع نہ ہوں۔

والدليل على ذلك ما فى خلاصة الفتاوى

ولا يجوز شهادة امراة واحدة على الرضاع اجنبية كانت اوام احد الزوجين فان وقع فى قلبه صدق المخبر فالافضل ان يتنزه قبل العقد و بعده يسعها

Scanned with CamScanner

المقام معه حتى يشهد على ذلك رجلان او رجل وامراتان عدول (ج ۲ / ۱۱)

ترجمہ- رضاعت میں ایک عورت کی گواہی ناکافی ہے- خواہ طرفین میں سے کسی کی ماں ہو یا اجنبی عورت ہو تاہم اگر دل مطمئن ہو تو پھر اجتناب بہتر ہے جبکہ نکاح کے بعد دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں-

زکوۃ کے وجوب کی صورت میں نقد نہ ہونا مانع نہیں

سوال- میں ایک شادی شدہ عورت ہوں اور شادی کے تین سال ہوئے ہیں میرے پاس نصاب کے مطابق زیورات موجود ہیں جس کی زکواۃ مجھ پر فرض ہے اور ابھی تک زکواۃ ادا کرتی رہی اور قربانی بھی کر رہی تھی اس وقت میرے پاس نقد رقم نہیں ہے- اور نہ میرے خاوند کی کاروباری حالت ایسی اچھی ہے کہ میری زکواۃ ادا کر سکے- ایسی حالت میں نقد موجود نہ ہونے کی صورت میں زکواۃ کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہے ؟

ایک مسلمان بہن پشاور

الجواب وباالله التوفيق

سونا نصاب تک پہنچنے کی صورت میں اس سے ۱/۴۰ واں حصہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے تاہم شریعت نے اس کی اجازت دی ہے کہ سونا پاس رکھ کر اس کی قیمت ادا کی جاسکتی ہے بلکہ فقہی تصریحات کی روشنی میں اس میں فقراء کی فائدے کی رعایت رکھنا زیادہ بہتر ہے- عموماً قیمت کی ادائیگی میں فقراء کی ضروریات اچھے طریقہ سے پوری ہوتی ہیں اس لئے ہمارے معاشرہ میں عموماً زیورات کی قیمت لگا کر اس سے زکواۃ ادا کی جاتی ہے ایسی صورت میں اگر آپ کے پاس نقد رقم نہ ہو تو سونا مقرر مقدار میں آپ کے پاس رکھنا ضروری نہیں اور نہ اس میں کمی کرنے سے کوئی فرق پڑتا ہے تاکہ یہ عذر سمجھ کر زکواۃ کے وجوب پر اثر انداز ہو سکے آپ زیورات سے ۱/۴۰ واں حصہ منہا کر کے فقراء کو دے سکتی ہے یا بازار میں فروخت کر کے اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کر سکتی ہے واضح رہے کہ آپ کے ذمہ واجب الاداء زکواۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری آپ پر پڑتی ہے تاہم آپ کا خاوند آپ کے کہنے سے نیابۃً زکواۃ ادا کر سکتا ہے لیکن بنیادی طور پر اس کی ذمہ داری نہیں-

والدليل على ذالك مافى الهندية ويعتبر فيها ان يكون المودى قدر الواجب وزنا ولا يعتبر فيه القيمة ولوادى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالاجماع – هنديه ج۱ / ۱۷۹

تعلیق طلاق میں عورت کے بیان کا اعتبار

ہمارے ہاں ایک عورت نے یہ بیان دیا کہ میرے خاوند نے مجھے کہا ہے اگر تو نے میرے بھائی سے باتیں کیں تو تجھے تین طلاق ہے بعد ازاں میرے سسر نے مجھے دیور سے باتیں کرنے پر مجبور کیا اب میں بات کر چکی ہوں- خاوند نے بھی دو علماء کے سامنے تعلیق طلاق کا اقرار کیا ہے- ایسی صورت میں طلاق واقع ہوگی یا نہیں-

بينوا تو جرو

مولانا فضل ربی تاجک شادی خانہ علاقہ پچھ

الجواب وباالله التوفيق

بصورت مسئولہ میں تین طلاق کے وقوع کے لیے دو باتوں کا موجود ہونا ضروری ہے پہلی بات اگر خاوند کا قسم کھانا یعنی بیوی کو بھائی سے بات کرنے پر تین طلاق کا معلق مسلم ہو خاوند اس کا اقرار کرے کہ میں نے واقعی بیوی سے یوں کہا تھا پھر اس شرط کی موجودگی بھی ضروری ہے کہ بیوی دیور سے بات کر چکی ہے موخر الذکر شرط کی موجوگی کے لئے خاوند کا ماننا بھی ضروری ہے ورنہ خاوند کے انکار کی صورت سبب شرط کے اثبات کے لیے دو عادل گواہوں کا سہارا لینا ضروری ہے ایسی حالت میں اگر خاوند شرط سبب شرط دونوں کا اقرار کرے یا خاوند کے انکار کی صورت میں گواہاں کے ذریعے یہ ثابت ہو تو پھر تین طلاق کے وقوع کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور جہاں کہیں عورت دعویدار ہو اس کے پاس گواہ نہ ہو تو پھر خاوند کو قسم دلا کر فیصلہ کی نوعیت تعین ہو سکتی ہے کہ عورت کی دعویداری خارج ہو-

والدليل على ماقال فيى الهدائيه واذااضا فه الى شر طو قع عقيب الشرط.

(ج ۲/۳٦٤)

جب طلاق کی اضاعت کسی شرط کی طرف ہو تو شرط کی موجودگی پر طلاق واقع ہو سکتی ہے۔

فسق وفجور کی محفل میں شرکت

سوال: جہاں کہیں شادی میں ناچ گانے کا پروگرام ہو اور یا موجودہ دور کے ویڈیو سے کام لیکر بے د
کے پروگرام چلائے جائیں کیا ایسی شادی کی دعوت ولیمہ میں خوراک کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ک
شخص ایسی دعوت میں شریک ہو کر کھانا کھائے اس کو حرام کھانا کہا جائے گا یا نہیں؟

بینواتو جر

حافظ ھدایت الرحمٰن سور غور گر بکن کرم ایجن

الجواب باالله التوفيق

بصورت مسئولہ میں دو باتیں قابل توجہ ہیں

1- ایسی دعوتوں میں کھانے کا کیا حکم ہے کھانا حرام ہے یا نہیں؟

2- ایسی محافل میں شریک ہونا کہاں تک جائز ہے؟

اول الذکر مسئلہ کے بارے میں ہو کہ ناچ گانے یا دوسری بے حیائی کے ارتکاب سے کھانا حرام نہیں ہ
ہے اور نہ کسی کھانے کی حلت وحرمت پر اس کا اثر پڑتا ہے اس لیے ایسے پروگرام میں شریک ہو
کھانے والے کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے حرام کا کھانا کھایا ہے تاہم یہ الگ مسئلہ
کہ ایسے پروگراموں میں شرکت سے اجتناب بہتر ہے

فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کی شرکت نہ کرنے پر کم از کم یہ اثر پڑتا ہے کہ لوگ اس سے ب
آجائیں گے تو پھر بے دینی کے انسداد اور دینی اقدار کو فروغ دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ب
شرکت نہ کی جائے خاص کر علاقہ میں ایسے لوگوں کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیے جو اثر ورسوخ رکھ
ہوں جن کی شرکت اور اور عدم شرکت پر محافل ومجالس کا اہتمام وانصرام ہوتا ہو بلکہ جہاں کہیں ایس
محافل میں شرکت کرنے سے لوگوں کے ذہن سے قباحت اور نفرت اٹھتی ہو یعنی خواص کی شرکت س

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں اگر ناجائز ہوتیں تو فلاں آدمی حاضر نہ ہوتا اور ایسے مقتدر لوگوں کی شرکت جواز کے لیے بطور دلیل اور سند پیش کی جاتی ہو تو پھر ایسی صورت میں خواص کے لیے شرکت مناسب نہیں البتہ اگر ایک عام شخص کی حیثیت سے اس کی شرکت یا عدم شرکت کا کوئی خاص اثر نہ ہو تو پھر شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں تاہم ایسی محفل میں شرکت سے اجتناب کرنا ایک عام مسلمان کی مذہبی ذمہ داری ہے خاص کر جہاں شیطانی محنت ہو رہی ہے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پامال ہو رہے ہوں جب کھانے کی محفل میں یہ چیزیں نہ ہوں اگر چہ اس سے قبل ایسی محفلیں منعقد کی جا چکی ہوں تو پھر عام آدمی دعوت میں شرکت کر سکتا ہے خواص کے لئے اجتناب ضروری ہے۔

والدليل على ذلك مافي الخلاصة – رجل دعى الى وليمة او طعام فوجدثمه لعبا او غناء لاباس بان يقصد و ياكل وهذا اذا لم يكن ذلك على المائدة بل في المنزل فان كان ذلك على المائدة اويشربون الخمر على المائدة لايقصد وهذا اذا كان الرجل خامل الذكرفان كان ممن يقتدى به لا يقصد ان لم يقدر على النهي في الوجهين ----- وهذا اذا لم يعلم بذلك قبل الدخول في البيت فان علم ان كان محترم يعلم انه لودخل عليهم يتركون ذلك اكراماً له فعليه ان يدخل وان علم انهم لا يتركون لايدخل عليهم (ج ٤ /٣٥٧)

ترجمہ:- جس کو ایسی دعوت دی گئی جہاں بے دینی اور موسیقی ہو تو کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس محفل میں یہ پروگرام نہ ہو کسی دوسری جگہ ہو اگر اس محفل میں بے دینی ہو یا شراب کی محفل گرم ہو پس اس میں شرکت جائز نہیں یہ ایسے شخص کے لیے ہے جو معاشرہ میں خاص مقام نہ رکھتا ہو اور اگر مقتدی ہو پھر دونوں صورتوں میں شریک نہیں رہیگا یہ اس صورت میں ہے کہ اس کو بے دینی کا علم پہلے سے نہ ہو اور اگر علم ہو اور اس کو اندازہ ہو کہ اس کی شرکت سے بے دینی کا تدارک ہوگا تو پھر شرکت کرے گا اور اگر شرکت کا مثبت اثر نہ ہو تو پھر شرکت سے باز رہنا زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم

رخصتی سے قبل خلع کی صحت

سوال۔ ایک بچے اور بچی کا نکاح والدین نے ایام نابالغی میں کرا چکے ہیں۔ ابھی والدین کے درمیان ناچاقی ہونے کی وجہ سے خلع کرانا چاہتے ہیں۔ کیا رخصتی سے قبل خلع کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر لڑکا خلع پر راضی ہو تو حق مہر سے زائد پر صلح کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بینوا توجروا

نجیب احمد

الجواب وباللہ التوفیق

اس میں کوئی شک نہیں کہ والد شفقت پدری کے جذبے سے سرشار ہو کر اولاد کی بہتری کی خاطر ایام نابالغی میں باقاعدہ ایجاب وقبول سے نکاح کرا سکتا ہے اور اگر اس نکاح کرانے میں والد کی کوئی ذاتی مفاد پیچھے کار فرما نہ ہو تو نکاح منعقد ہو کر بچے و بچی کو بالغ ہونے پر رد کرنے کا حق حاصل نہیں۔ ایسی صورت میں اگر مذکورہ نکاح ایام نابالغی میں باقاعدہ ایجاب وقبول سے حق مہر ادا کر کے لڑکی اور لڑکے کے والد نے اصالتاً یا وکالتاً کرایا ہو تو نکاح منعقد تصور ہوگا۔

البتہ طرفین کے والدین کے درمیان ناچاقی پیدا ہونے کی صورت میں اگر یہ بچے نابالغ ہوں تو فسخ نکاح کا فیصلہ نہ بچے کر سکتے ہیں اور نہ والدین کے دائرہ اختیار میں ہے تاہم بالغ ہونے کی صورت میں اگر لڑکی خلع کا مطالبہ کرے اور خاوند اس پر راضی ہو تو خلع کی صحت کیلئے کوئی مانع نہیں۔ خلع بھی ایک قسم کی طلاق ہے جس میں رخصتی ضروری نہیں۔ قبل از وقت دخول بھی عورت خاوند سے جدا ہو سکتی ہے قبل از دخول جدائی کی صورت میں اگرچہ عورت نصف حق مہر کا حقدار رہتی ہے لیکن خلع کی صورت میں اگر خلع نصف حق مہر سے زائد ہو تو پھر بھی معاہدہ کی پابندی لازمی ہوگی اور خلع سے عورت آزاد ہوگی۔

واجب تعالیٰ کے اسماء کا نام رکھنے سے احتراز ضروری ہے

سوال۔ بعض لوگ نام رکھنے میں بے احتیاطی کر کے "رحمن" جیسا نام رکھ لیتے ہیں شریعت میں ایسا نام رکھنا کیسا ہے؟ نیز بسا اوقات لوگ "عبدالرحیم" یا "عبدالاکبر" نام رکھ کر معاشرتی طور پر بگاڑتے ہیں کہ اول الذکر کو "رحیم" اور ثانی الذکر کو "اکبر" کے نام سے پکارتے ہیں۔ ایسے نام کا کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا

حاجی پیر محمد خیبر بازار پشاور

الجواب وباللہ التوفیق

بہترین نام رکھنا اسلامی معاشرہ کی خوبی ہے لیکن ایسے اسماء رکھنا جائز نہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ سے متعلق ہوں۔ صورت مسئولہ میں "رحمن" واجب تعالیٰ کی صفات خاصہ میں سے ہے اس لئے ایسے نام جائز نہیں البتہ عبدالرحیم یا عبدالاکبر نام اگرچہ بہترین نام ہیں لیکن جہاں کہیں معاشرتی طور پر نام بگاڑنے کی عادت ہو اور لوگ اللہ تعالیٰ کے نام بگاڑنے سے احتراز نہیں کرتے تو پھر احتیاط کو دیکھتے ہوئے اس کی جگہ دوسرے بے معنی نام رکھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء بگاڑنے سے محفوظ رہیں۔ عصر حاضر کے نامور دکتور وھبۃ الزحیلی فرماتے ہیں

(ویحرم التسمیۃ بما لایلیق الا باللہ کقدوس وخالق والرحمن لان معنی ذلک لایلیق بغیرہ تعالی)۔ ترجمہ۔ ایسا نام رکھنا حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کیلئے مناسب نہ ہوں مثلاً قدوس، خالق اور رحمن وغیرہ کیونکہ ان اسماء کا معنی اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کیلئے مناسب نہیں۔ واللہ اعلم

زکوۃ کی ادائیگی میں اظہار ضروری نہیں

سوال۔ ایک رشتہ دار کی غربت اور فقر یقینی ہو لیکن خودداری کی وجہ سے وہ کسی سے زکوۃ کی رقم لینا گوارا نہیں کرتا۔ جبکہ اس کے بچوں کی حالت قابل رحم ہے ایسی صورت میں اگر اس کو یہ بتائے بغیر کہ یہ

زکوۃ کی رقم ہے قبول کریں، کوئی رقم دی جائے ۔کیا زکوۃ ادا ہوگی یا نہیں ؟

بینوا توجروا

حاجی پیر محمد خیبر بازار پشاور

الجواب و باالله التوفيق

زکوۃ کی صحت ادائیگی کے لئے زکوۃ دہندہ کی نیت کا اعتبار ہے اگر رشتہ دار واقعی زکوۃ کا مصرف ہو یعنی ضرورت سے زائد ساڑھے باون تولے چاندی کی مروجہ قیمت کی مالیت اسکے پاس نہ ہو، تو اس کو زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے اس میں بتانے کی ضرورت نہیں بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک اگر ہدیہ کا نام رکھ کر زکوۃ کی نیت کر کے زکوۃ کی رقم دی جائے تو زکوۃ ادا ہوجاتی ہے تاہم مدارس کو زکوۃ دیتے وقت زکوۃ کی رقم کی تصریح ضروری ہے تاکہ مدارس صدقات واجبہ کی مد میں خرچ کر سکیں

والدليل على ما قلناكما فى الهنديه ومن اعطى مسكيناً دارهم وسماها هبتةً او قرضاً و نوى الزكوة فانها تجزيه وهوالاصح۔(ج ۲/ ۱۷۱)

ترجمہ:۔ جس نے کسی مسکین کو کچھ روپے دیتے وقت یہ کہا کہ ہبہ ہے یا تمھارا قرض ہے اور اس نے دیتے وقت زکوۃ کی نیت کی تو یہ جائز ہے۔ واللہ اعلم۔

قرآن کریم میں تحریف کی تحریک

سید علی

ہر قسم کی تحریف وترمیم سے محفوظ دنیا کی واحد کتاب الٰہی قرآن مجید کے خلاف شرانگیز، بہتان تراشی، اور نکتہ چینی دشمنانِ اسلام کا پرانا مشغلہ رہا ہے۔ ہر دور میں اس کے خلاف شکوک وشبہات پھیلا کر اور اس کی قدسی تعلیمات کو توڑ مروڑ کر دنیا کو گمراہ کرنے کی کوشش ہوتی رہی ہے۔ یہ سلسلہ نزول قرآن کے ساتھ ہی شروع ہوا۔ اور جیسے جیسے قرآن پر ایمان لانے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے باطل پرستوں کی طرف سے اس کی مخالفت میں بھی شدت پیدا ہوتی جارہی ہے۔ ابتدائی دور میں مکہ کے سرداروں نے مکہ آنے والی شاہراہوں پر اپنے لوگوں کو بٹھادیا تھا تاکہ گمراہ کن پروپیگنڈہ کے ذریعے کعبہ کی زیارت کے لیے آنے والوں کو خبردار کرتے رہیں کہ قرآن نہ سننا اس سے عقیدہ بگڑ جاتا ہے۔ اور خاندانوں میں پھوٹ پڑجاتی ہے۔ قرآن کی تاثیر کو زائل کرنے اور حق وصداقت کی آواز دبانے کے لئے اور خاص طور پر مکی نوجوانوں کو راہ حق سے روکنے کے لیے سرداران قریش کلام دلفریب یعنی رستم وسہراب کے قصے اور افسانے مقابلے کے لیے لے آئے اور اس کی محفلیں جما کر قرآن کی طرف سے توجہ موڑنے کی کوشش بھی کی۔ قرآن کے بے مثل کلام اور دل ودماغ کو مسخر کرنے والی آیات کو ساحری، شاعری، کہانت اور جنون پیدا کرنے والی کتاب قرار دے کر عامۃ الناس کو بدظن کرنے کی مذموم کوشش بھی کی گئی۔ لیکن قرآن کی آواز کو جتنی دبانے کی کوشش کی گئی۔ اتنی ہی وہ ابھرتی چلی گئی۔ مشرکین مکہ نے تمام تدبیریں اور طریقے آزما کر دیکھ لیا لیکن وہ صورت الہامی کو دبا نہیں سکے بلکہ ہوا یہ کہ ۲۳ برسوں کے اندر مکہ مدینہ اور اطراف وجنوب کے وہ سارے مخالفین قرآن خود حامل قرآن اور مبلغ قرآن بن گئے جو خود قرآن کا ایک زندہ معجزہ ہے۔

بدلتے حالات کے ساتھ قرآن کے مخالفین کا طریقہ مخالفت بھی بدلتا رہتا ہے۔ قرآن کی مخالفت کی بنیادی وجہ تو ایک ہی ہے کہ خدا کی باغی اور سرکش قوتیں خدا کے مقابلے میں اپنی خدائی کا سکہ چلانا اور اپنی خدائی منوانا چاہتی ہیں۔ جبکہ قرآن اسی نظریہ باطل اور طاغوتی فکر پر کاری ضرب لگاتا

Scanned with CamScanner

کہ یہود ونصاری کی دینی اخلاقی
ہے۔ قرآن سے بغض کی دوسری وجوہات میں ایک وجہ یہ ہے
کی سخت مذمت کی
کمزوریوں اور اعتقادی گمراہیوں کو قرآن نے کھول کر بیان کرنے کے ساتھ اس
جس طرح حق کو
ہے خاص طور پر یہودیوں نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جو ظلم اور سرکشی کی ہے
نمک حرامی کی ہے
جھٹلایا ہے۔ اور اس کے قوانین کو توڑا ہے اور اس کی غیر معمولی نعمتوں کی ناشکری اور
اور منکروں کو جو
ان پر ان کی سخت گرفت اور لعنت و ملامت کی گئی ہے۔ مشرکوں، کافروں، ملحدوں
گمراہیوں کو بے نقاب کرتے
جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں یا خدا کے منکر ہیں ان کی اعتقادی
کا یہ گروہ نہیں چاہتا کہ
ہوئے اس کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ یہود و نصاری اور کافر و مشرک
قرآن کی اس
قرآن میں ان کے عیوب و نقائص، بغاوت و بد کرداری اور بد عہدی کا ذکر باقی رہے۔
کر کے اپنی بدنیتی اور
سچائی کے اظہار اور تنقید کی روشنی میں وہ اپنی اصلاح کی بجائے قرآن کی مخالفت
دوسری وجہ ان کی اپنی
فکری فساد کا ثبوت فراہم کرر ہے ہیں۔ ان باطل پرستوں کی قرآن کی مخالفت کی
مجرمانہ ذہنیت
نفسانی خواہشات کی پیروی، باپ دادا کی اندھی تقلید، ہٹ دھرمی اور ان کی
کہ دنیا
ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ عصبیت اور احساس کمتری کے شکار ہیں۔ جب وہ یہ دیکھتے ہیں۔
سانچے میں بدل
میں جتنی مذہبی کتابیں ہیں ان میں تبدیلی ہوسکتی ہے اور جتنی قومیں ہیں وہ اپنے کوئی
وہ اپنی کج
سکتی ہیں۔ لیکن قرآن اور مسلمان نہیں بدل سکتے ان کا امتیاز اور اختصاص کیوں باقی رہے
کا علم رکھتا
فہمی یا شر مزاجی کے سبب یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ قرآن کا مصنف اللہ ہے۔ جو تمام حقیقتوں
کی ضروریات
ہے۔ یہ اس کا کلام ہے جو ساری کائنات کا خالق، مالک اور حاکم ہے۔ جو تمام انسانوں
کس چیز میں
اور فطری و نفسیاتی تقاضوں کا علم رکھتا ہے۔ وہ اچھی طرح واقف ہے کہ انسانوں کے لیے
نقصان و خسارہ ہے
بہتری ہے۔ اور کن طریقوں کو اختیار کرنے میں فلاح و بہبود ہے اور کس چیز میں
تمام بندوں سے
۔ وہ ماضی حال اور مستقبل کا جاننے والا ہے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ اپنے
جس کے مخاطب سار
محبت کرتا ہے اس لیے اس نے اس کی ہدایت و رہنمائی کے لیے قرآن نازل کیا
ے انسان ہیں۔

یہ سوال کہ ایسی کتاب سے دشمنی کیوں اور مخالفت کی وجہ کیا ہے؟ اس کا سیدھا جواب یہ ہے

کہ مخالفین کے دل میں ٹیڑھ ہے۔ یہ لوگ خود پرست اور اپنے نفس کے غلام ہیں ان کے دماغ میں اپنی بڑائی اور خدائی کا سودا سمایا ہوا ہے۔ یہ اپنے جیسے انسانوں کو غلام بنا کر اپنے جذبہ کی تسکین چاہتے ہیں۔ وہ قرآن کو اپنے لیے رحمت کے بجائے زحمت اور اپنا حریف سمجھتے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر وہ واقعی انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں دنیا کو فتنہ و فساد سے پاک امن و آشتی کا گوارہ بنانا چاہتے ہیں۔ اور امن و انصاف کا قیام مطلوب ہے۔ تو ان کو چاہیے تھا کہ وہ قرآن سے بہتر دستور حیات، نظام زندگی، اور ہدایت کی کتاب دنیا کے سامنے پیش کرتے جو ہر رنگ، نسل، علاقہ، زبان، قوم، وطن اور امیر غریب سب کیلئے مفید، رحمت اور قابل قبول ہوتی۔ لیکن وہ ایسا کر نہیں سکتے اور یہی اصل وجہ مخالفت ہے قرآن کی۔ حاکم و محکوم برابر ہوں ایک ہی قانون کے پابند ہوں دونوں کے یے سزا و جزا یکساں ہو نفس پرستوں اور قرآن کے دشمنوں کو یہی چیز تو سب سے زیادہ ناگوار ہے۔ جب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ اس قرآن نے عقیدہ و اخلاق کی پستیوں میں گرے ہوئے انسانوں کو عظمت بلندی تک پہنچا دیا، ذلیل معاشرہ کو اخلاق عالیہ کے خوشیوں سے معطر کیا اور ایسی ریاست تشکیل دی، جو امن، انصاف، مساوات و اخوت اور جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ناقابل فراموش مثال پیش کرتی ہے تو وہ اس کی عظمت و تقدس کو تسلیم کرنے کی بجائے اس پر نکتہ چینی ہی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح یہود و نصاری نے اور دیگر مذاہب کے پیرووں نے اپنی کتابوں کو تبدیل کر کے اپنے نفس کے مطابق ڈھال لیا اور سارے اخلاقی و روحانی قدروں اور بندھنوں سے آزاد ہو گئے۔

کیوں نہ قرآن کی بھی تبدیلی کی مہم چلائی جائے تا کہ آسانی سے اپنی خدائی کا ڈنکا بجا سکیں، جاہلی قوانین نافذ کر سکیں اور جنگل راج قائم کر سکیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے اس لیے چاہے وہ جتنی تدبیریں کرلیں قرآن میں سر مو تبدیلی ہرگز ممکن نہیں۔

قرآن کیا ہے، نزول قرآن کا مقصد کیا ہے، قرآن کی دعوت کیا ہے، اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ قرآن کلام الہی ہے، یہ بیک وقت کتاب کی شکل میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ۲۳ برسوں میں جب جس قسم کی ہدایت و رہنمائی کی ضرورت ہوئی، جستہ جستہ نازل ہوئی۔ یہ دائمی عقیدہ، اخلاق اور ہدایت

Scanned with CamScanner

ہے۔قرآن سے بغض کی دوسری وجوہات میں ایک وجہ یہ ہے کہ یہود ونصاری کی دینی اخلاقی کمزوریوں اور اعتقادی گمراہیوں کو قرآن نے کھول کر بیان کرنے کے ساتھ اس کی سخت مذمت کی ہے خاص طور پر یہودیوں نے خدا اور اس کے رسول کے ساتھ جو ظلم اور سرکشی کی ہے جس طرح حق کو جھٹلایا ہے۔اور اس کے قوانین کو توڑا ہے اور اس کی غیر معمولی نعمتوں کی ناشکری اور نمک حرامی کی ہے ان پر ان کی سخت گرفت اور لعنت وملامت کی گئی ہے۔مشرکوں، کافروں، ملحدوں اور منکروں کو جو جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں یا خدا کے منکر ہیں ان کی اعتقادی گمراہیوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اس کے برے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔یہود ونصاری اور کافر ومشرک کا یہ گروہ نہیں چاہتا کہ قرآن میں ان کے عیوب ونقائص بغاوت وبد کرداری اور بد عہدی کا ذکر باقی رہے۔قرآن کی اس سچائی کے اظہار اور تنقید کی روشنی میں وہ اپنی اصلاح کی بجائے قرآن کی مخالفت کر کے اپنی بدنیتی اور فکری فساد کا ثبوت فراہم کررہے ہیں۔ان باطل پرستوں کی قرآن کی مخالفت کی دوسری وجہ ان کی اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی، باپ دادا کی اندھی تقلید ہٹ دھرمی اور ان کی مجرمانہ ذہنیت ہے۔تیسری وجہ یہ ہے کہ وہ عصبیت اور احساس کمتری کے شکار ہیں۔جب وہ یہ دیکھتے ہیں۔کہ دنیا میں جتنی مذہبی کتابیں ہیں ان میں تبدیلی ہو سکتی ہے اور جتنی قومیں ہیں وہ اپنے کوئی سانچے میں بدل سکتی ہیں۔لیکن قرآن اور مسلمان نہیں بدل سکتے ان کا امتیاز اور اختصاص کیوں باقی رہے وہ اپنی کج فہمی یا شر مزاجی کے سبب یہ سمجھنے سے قاصر ہیں۔کہ قرآن کا مصنف اللہ ہے۔جو تمام حقیقتوں کا علم رکھتا ہے۔یہ اس کا کلام ہے جو ساری کائنات کا خالق مالک اور حاکم ہے۔جو تمام انسانوں کی ضروریات اور فطری ونفسیاتی تقاضوں کا علم رکھتا ہے۔وہ اچھی طرح واقف ہے کہ انسانوں کے لیے کس چیز میں بہتری ہے۔اور کن طریقوں کو اختیار کرنے میں فلاح وبہبود ہے اور کس چیز میں نقصان وخسارہ ہے۔وہ ماضی حال اور مستقبل کا جاننے والا ہے سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ اپنے تمام بندوں سے محبت کرتا ہے اس لیے اس نے اس کی ہدایت ورہنمائی کے لیے قرآن نازل کیا جس کے مخاطب سارے انسان ہیں۔

یہ سوال کہ ایسی کتاب سے دشمنی کیوں اور مخالفت کی وجہ کیا ہے؟اس کا سیدھا جواب یہ ہے

کہ مخالفین کے دل میں ٹیڑھ ہے۔یہ لوگ خود پرست اور اپنے نفس کے غلام ہیں ان کے دماغ میں اپنی بڑائی اور خدائی کا سودا سمایا ہوا ہے۔یہ اپنے جیسے انسانوں کو غلام بنا کر اپنے جذبہ کی تسکین چاہتے ہیں۔وہ قرآن کو اپنے لیے رحمت کے بجائے زحمت اور اپنا حریف سمجھتے ہیں۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اگر وہ واقعی انسانوں کی بھلائی چاہتے ہیں دنیا کو فتنہ وفساد سے پاک امن وآشتی کا گوارہ بنانا چاہتے ہیں۔اور امن وانصاف کا قیام مطلوب ہے۔توان کو چاہیے تھا کہ وہ قرآن سے بہتر دستور حیات نظام زندگی اور ہدایت کی کتاب دنیا کے سامنے پیش کرتے جو ہر رنگ، نسل، علاقہ، زبان، قوم، وطن اور امیر غریب سب کیلئے مفید، رحمت اور قابل قبول ہوتی۔لیکن وہ ایسا کر نہیں سکتے اور یہی اصل وجہ مخالفت ہے قرآن کی۔حاکم ومحکوم برابر ہوں ایک ہی قانون کے پابند ہوں دونوں کے یے سزا وجزا یکساں ہو نفس پرستوں اور قرآن کے دشمنوں کو یہی چیز تو سب سے زیادہ ناگوار ہے۔جب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ اس قرآن نے عقیدہ واخلاق کی پستیوں میں گرے ہوئے انسانوں کو عظمت بلندی تک پہنچا دیا، ذلیل معاشرہ کو اخلاق عالیہ کے خوشیوں سے معطر کیا اور ایسی ریاست تشکیل دی، جو امن، انصاف، مساوات واخوت اور جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی ناقابل فراموش مثال پیش کرتی ہے تو وہ اس کی عظمت وتقدس کو تسلیم کرنے کی بجائے اس پر نکتہ چینی ہی کو اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح یہود ونصاری نے اور دیگر مذاہب کے پیروؤں نے اپنی کتابوں کو تبدیل کر کے اپنے نفس کے مطابق ڈھال لیا اور سارے اخلاقی وروحانی قدروں اور بندھنوں سے آزاد ہو گئے۔

کیوں نہ قرآن کی بھی تبدیلی کی مہم چلائی جائے تا کہ آسانی سے اپنی خدائی کا ڈنکا بجا سکیں جاہلی قوانین نافذ کر سکیں اور جنگل راج قائم کر سکیں لیکن وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے اس لیے چاہے وہ جتنی تدبیریں کرلیں قرآن میں سرمو تبدیلی ہرگز ممکن نہیں۔

قرآن کیا ہے، نزول قرآن کا مقصد کیا ہے، قرآن کی دعوت کیا ہے، اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔قرآن کلام الہی ہے، یہ بیک وقت کتاب کی شکل میں نازل نہیں ہوئی بلکہ ۲۳ برسوں میں جب جس قسم کی ہدایت ورہنمائی کی ضرورت ہوئی، جستہ جستہ نازل ہوئی۔یہ دائمی عقیدہ، اخلاق اور ہدایت

کی کتاب ہے، جس میں قیامت تک نہ کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے نہ اس کی ضرورت ہے- اس کے کلام، ترتیب اور تدوین میں اور اس کے احکام وقوانین میں اتنا گہرا ربط اور تعلق ہے اس کی دعوت و پیغام میں اتنی وسعت ، کشش اور ہمہ گیریت ہے اور اس کی آیتیں ایک دوسرے میں اس طرح پیوست اور جڑی ہوئی ہیں کہ اس میں ایک حرف ایک لفظ بلکہ زیر وزبر کی تبدیلی اور ردو بدل سے اس سے زیادہ بدنظمی اور بگاڑ پیدا ہو جائے گا، جتنا کائنات کے نظام میں ادنی سی تبدیلی سے اس کا کھلا معجزہ یہ ہے کہ پوری کتاب لاکھوں حفاظ کے سینے میں محفوظ ہے، جس کی دنیا مثال پیش نہیں کر سکتی- باطل پرست چاہے جتنا زور لگالیں جتنی تدبیریں کرلیں جس جس کی چاہیں مدد لے لیں، وہ قرآن میں کوئی لفظی یا معنوی تحریف نہیں کر سکتے - ۱۴ سو سال کا تجربہ شاہد ہے اور قیامت تک اس کا تجربہ کیا جاسکتا ہے، اس میں کوئی فرق پڑنے والا نہیں- قرآن کا اصل موضوع انسان ہے- اس کے نزول کی غرض و غایت انسانوں کو گمراہی سے بچانا اور ہدایت وفلاح سے ہمکنار کرنا ہے- قرآن کی ساری باتیں حقیقت پر مبنی ہیں، قیاس اور ظن وتخمین پر نہیں- اس کی آیتوں میں کوئی تضاد نہیں- ایسی مربوط ہیں کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی جاسکتی- اس کتاب کی دعوت یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کے پسندیدہ اور مقرر کردہ دین اسلام کو قبول کرے- اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرے- ہر معاملہ میں نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرے- ایمان اور عمل صالح اختیار کرے- قرآن لوگوں کو گمراہی کے اندھیرے سے نکالتا اور انہیں ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے-

قرآن کی مخالفت کسی عقل و دانش اور دلیل و منطق کی ٹھوس بنیاد پر نہیں کی جارہی ہے، یہ بدنصیب انسانوں کی مجرمانہ ذہنیت اور فکری کجی کا نتیجہ ہے- حیرت انگیز بات یہ ہے کہ نزول قرآن سے لے کر آج تک مخالفین اور معترضین کا خواہ ان کا تعلق یہود ونصاری سے ہو یا مشرک وملحد سے، سب کے مزاج میں بڑی یکسانیت رہی ہے- ان کے اعتراضات کی نوعیت میں بھی بڑی مماثلت پائی جاتی ہے- بس زمانے کے لحاظ سے فرق ترجیح اور ٹکنک کا رہا ہے- مکہ کے کفار ومشرکین کی مخالفت کا انداز زیادہ تر اعتقادی بنیاد پر تھا تو بعد میں یہود ونصاری کو قرآن کی خاص طور پر وہ باتیں ناپسند تھیں، جن میں ان کے دینی واخلاقی بگاڑ اور جرائم کی سرگزشت بیان کی گئی ہیں- موجودہ دور میں یہود و

نصاری اور بعض غالی مشرکوں نے اسلام کے خلاف ایک نیا ہتھیار دہشت گردی کا تلاش کیا ہے- وہ دہشت گردی کو اسلام سے جوڑ کر یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ اسلام کی اصل طاقت تلوار ہے، جہاد کے نام پر مسلمان دہشت گردی کررہے ہیں اور ان کا تربیتی مرکز دینی مدارس ہے، اس لئے وقت کا سب سے بڑا انسانی عالمی مسئلہ دہشت گردی کا خاتمہ اور امن کا قیام ہے جو اسی وقت ممکن ہے جب قرآن کی تعلیم پر پابندی عائد کردی جائے یا اس سے وہ آیتیں نکال دی جائیں، جن میں جہاد، قتال اور اسلام کے دشمنوں سے لڑنے کا حکم دیا گیا ہے- دہشت گردی کو عالمی خطرہ بنا کر ابھارنے اور اس کے خلاف اتحادیوں سے مل کر جنگ کرنے کا جتن وہی لوگ کررہے ہیں جن کا دامن ماضی سے لے کر حال تک غنڈہ گردی، دہشت گردی اور وحشیانہ جرائم سے داغ دار ہے- جو خود نفرت کے پجاری ہیں، وہی امن اور محبت کی باتیں کررہے ہیں- جن کے گدام ایٹمی، حیاتیاتی اور کیمیائی ہتھیاروں اور امن اور انسان کو غارت کرنے والے اسلحوں سے بھرے پڑے ہیں اور جان کا استعمال بے دردی سے وہ اپنے سے کمزور اور خوددار ملکوں کے خلاف کرتے رہتے ہیں- اگر وہ خلوص نیت کے ساتھ دہشت گردی ختم کرنا چاہتے ہیں تو اپنے ہتھیاروں کے بھنڈار پہلے وہ خود تباہ کریں اور اسی کے ساتھ دہشت گردی کے حقیقی محرکات کا پتا چلا کر اس کا سد باب کریں- دہشت گردی مٹانے کا ڈھونگ تو محض علامتی ہے ان کا اصل مقصد تو اسلامی قوت کو پامال کرنا اور خدا کے مقابلے میں اپنی خدائی کا ڈنکا بجانا ہے- ان کی مخاصمت قرآن سے ہے، اس لئے اسلامی دہشت گردی کے حوالہ بظاہر وہ چند عسکری گروپوں کو نشانہ بنارہے ہیں، لیکن پس پردہ تمام دینی مدارس کو ہدف بنا کر قرآن کے نصاب تعلیم سے خارج کرانے کی مہم چلارہے ہیں-

قرآن سے یہود ونصاری کو ہمیشہ بغض رہا ہے- وہ ہمیشہ مختلف انداز سے اس کے خلاف شر انگیزیاں اور بہتان تراشیاں کرتے رہے ہیں- ۱۹ویں صدی کے اواخر میں برطانیہ کے وزیر اعظم گلیڈ اسٹون نے لندن کے دارالعلوم میں قرآن کا ایک نسخہ ہاتھ میں اٹھا کر کہا تھا کہ جب تک یہ کتاب مصریوں کے پاس رہے گی، امن وچین قائم نہیں ہو سکتا- اس کے بعد ہی مصر کی تعلیم گاہوں میں ﴿اصلاحات﴾ کی ایسی کوشش کی گئی کہ قرآن کتاب ہدایت اور دستور حیات کی بجائے صرف ثواب و

Scanned with CamScanner

برکت کی کتاب بن کر رہ گئی - تقریباً اسی دوران ہندوستان میں انگریز حاکم سر ولیم سیور مصنف
﴿لائف آف محمدؐ﴾ نے علامہ شبلی نعمانی سے کہا تھا کہ میں ندوۃ العلماء لکھنو کے جملہ مصارف برداشت
کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ طلباء کو قرآن کی تفسیر میں سورہ انفال، سورہ توبہ، سور محمد اور سورہ صف نہ
پڑھائیں - یہ کیوں؟ اس لئے کہ ان سورتوں میں جہاد وقتال کا حکم ملتا ہے - جو انگریزوں کو پسند نہیں -
کہا جاتا ہے کہ علامہ شبلی نے پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا - صیہونی ونصرانی اعدائے اسلام کا
بغض قرآن کا سفر جاری رہا - ۱۹۸۱ء میں صیہونی وزیر اعظم بیگن مصر کے دورہ پر گیا تو اس نے مصر،
اسرائیل تعلقات کی بہتری کے لئے پہلی شرط یہ رکھی کہ مصری تعلیم گاہوں میں رائج نصاب تعلیم سے وہ
تمام آیات خارج کردی جائیں، جن میں بنی اسرائیل کی مذمت کی گئی ہے - بیگن نے یہ بھی مطالبہ کیا
کہ قرآنی تعلیمات دینے والے مراکز بند کردئے جائیں اور مساجد کو براہ راست حکومتی تحویل میں
لے لیا جائے - چنانچہ یہودی نواز مصری صدر سادات نے بیگن کی خواہش کی تعمیل میں فوراً حکم صادر کر
دیا کہ مصری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانے والی ایسی تمام آیت کو نصاب سے خارج کر دیا جائے جن
میں یہودیوں کی دشمنی کا ذکر ہو - اسی صیہونی وزیر کی خوشنودی کیلئے جامعہ ازہر کو سرکاری تحویل میں لے
لیا گیا اور اسی وقت سے ازہر میں تعلیم کا عرصہ کم کر دیا گیا - فقہی مذاہب پڑھانا ممنوع ہو گیا اور قرآن
کریم جو تعلیم کی اصل بنیاد تھا اس کی تعلیم محدود کردی گئی - تمام مصری تعلیمی ادارں کے نصاب تعلیم سے
ان آیتوں کو خارج کر دیا گیا، جن میں جہاد، یہودیوں کی مسلم دشمنی، کفار سے محبت و دوستی کی ممانعت
اور حجاب وحیاء کا حکم ہے بلکہ ان آیات کو بھی خارج از نصاب کر دیا گیا، جن میں خوف آخرت یا
برائیوں کے انجام بد کا ذکر ہے - پورے نصاب تعلیم میں سے ہر وہ بات نکالنے کی کوشش کی گئی جس
میں طالب علم کے ذہن میں اپنے خالق، دین اور اہل دین کا مقام اجاگر ہو - رسول کریمؐ کی احادیث
مثلاً تم میں سے بہترین وہ ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اور آپؐ کی سیرت میں سے آپؐ
کی غزوات اور جہاد کا ذکر حذف کر دیا گیا - غرض کہ یہودیوں کی خوشنودی اور بیگن کے حکم کی تعمیل میں
قرآن کی بنیادی آیتوں کو حذف کر کے دنیا و آخرت یعنی امریکہ واسرائیل کی خوشنودی مسلم ملک کے
ایک سربراہ نے حاصل کی -

واضح رہے کہ قرآن کریم کے خلاف بغض ونفرت کی یہ شرانگیز مہم جس وقت چلائی جارہی تھی
،اس وقت اسلامی دہشت گردی کا دور دور تک کوئی عکس موجود نہیں تھا - دہشت گردی کی عالمی بنیاد تو ۱۱
ستمبر سے جارج واکر بش صدر امریکہ نے ڈالی اور اس کے حوالے سے وہ دینی مدارس اور قرآن کو
ہدف بنا رہا ہے - مراکش سے ملیشیا تک تقریباً سارے مسلم ممالک کے نام امریکی صدر کا فرمان جاری
ہو چکا ہے - کہ دینی تعلیم گاہوں سے بنیاد پرستی اور دہشت گردی کو غذا فراہم کرنے والی دریافت (یعنی
نعوذ باللہ قرآن وحدیث) خارج از نصاب کردی جائیں - اس معاملہ میں سعودی عرب کو شدت سے
نشانہ بنایا جا رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ صرف افغانستان پر حملے سے نہیں
جیتی جا سکتی وہاں موجود عناصر تو صرف ایک مظہر ہیں - دہشت گردی کی اصل جڑیں سعودی عرب اور
اس کے تعلیمی نظام میں ہے - ان دریدہ دہن اسلام دشمنوں کا یہاں تک کہنا ہے کہ ﴿حرمین کا وجود
دہشت گردی کا سبب ہے اور آسان حل یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) مکہ پر ایک ایٹم بم گرا دیا جائے -﴾ یہود
ونصاری کی قرآن مخالف مہم میں یہ کیسے ممکن تھا کہ ہندوستان کا سنگھ پریوار پیچھے رہتا - یہودیوں سے
ان کی گاڑھی چھنتی ہے اسلام دشمنی میں وہ اس کے مرید ہیں اور اسی مقصد کے لئے سنگھی لیڈر ان
تلابیب سے اندلس تک خاک چھانتے پھرے ہیں - مسلمانوں کا فلسطین اور اندلس سے صفایا اور دیس
نکالا کس طرح ممکن ہوا - اس کا گر معلوم کیا جائے - شاید وہ نسخہ ہاتھ آ گیا جس کو بابری مسجد سے گجرات
تک آزمایا جا رہا ہے - اور ساتھ ہی قرآن وحدیث کے خلاف یہود ونصاری کی مہم میں حصہ لیا جا رہا
ہے - کچھ عرصہ پہلے ہندوستان میں چاندمل چوپڑا نے قرآن پر پابندی کا مقدمہ دائر کیا تھا - ابھی حال
ہی میں وشوا ہندو پریشد کا زہریلا لیڈر گری راج کشور بھی بیگن کی زبان میں بولا ہے کہ قرآن سے فلاں
فلاں آیتیں حذف کردی جائیں جو غیر مسلموں سے نفرت کی تعلیم دیتی ہیں، اس کے بغیر امن قائم نہیں
ہو سکتا - امن اور محبت کے اس دیوتا نے یہ نہیں بتایا کہ بابری مسجد توڑنے اور گجرات میں وحشیانہ قتل عام
کرنے والے کیا قرآن کے ماننے والے تھے یا قرآن کے دشمن؟ سچ تو یہ ہے کہ دہشت گردی کو رائی
کا پہاڑ اس لئے بنا کر پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اس کی آڑ میں ایک طرف قرآن اور اسلام پر حملہ کیا جائے
اور دوسری طرف مسلم ممالک کی دولت کو منجمد کرنے کا جواز پیدا کیا جائے اور تیسری طرف مسلم ممالک

Scanned with CamScanner

کی اقتصادی حالت اور فوجی قوت تباہ کردی جائے یا ان ملکوں کو اپنا تابع فرمان بنا کر ساری دنیا پر خدائی کی جائے۔ چاروں سمت سے اسلام دشمنوں کا یہ حملہ شاید اسلام اور کفر کی آخری جنگ نہ بن جائے۔ اس جنگ کا انجام کیا ہوگا اس کی بشارت اس طرح دیتا ہے کہ تم ہی غالب رہوگے اگر تم مومن ہو اور تمام ادیان پر اسلام غالب ہو کر رہے گا، خواہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔ غلبہ و سربلندی کے لئے بہرحال مومن کی شرط تو پوری کرنی ہوگی۔ "بشکریہ معارف فیچر"

اطلاع

تمام احباب کو عموماً اور قارئین **العصر** کو خصوصاً مطلع کیا جاتا ہے، کہ ماہنامہ العصر کی افادیت کی خاطر سائز بڑا کر کے صفحات میں اضافہ کیا گیا ہے۔

مالی بوجھ کی وجہ سے اس کی قیمت میں بھی قدرے اضافہ کیا گیا ہے تو جنوری 2003ء کے بعد رسالہ کا سالانہ زر 125 روپے اور فی شمارہ 15 روپے ہوگا۔ لہٰذا تمام ممبر حضرات اس اطلاع کو ملحوظ رکھ کر زر سالانہ بھیج دیں۔

شکریہ (ادارہ العصر)

یاد حیات

شیخ الحدیث مولانا حسن جان صاحب

قسط نمبر 3

مجلس ذکر

لاہور کے زمانہ میں حضرت مفتی محمد حسن کے ہاں بالائی منزل میں عصر کے بعد مجلس ذکر ہوتی تھی، جس میں حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہ العالی، کبھی برادر زمیل مکرم مولانا وکیل احمد شیروانی اور مدیر اعلی ماہنامہ صیانۃ المسلمین لاہور حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے ملفوظات سنایا کرتے تھے، کبھی تربیت السالک سے اور کبھی انفاس عیسی وغیرہ سے حضرت مفتی صاحب جو کہ حضرت تھانوی کے خلیفہ اور مجاز بیعت تھے رو رو کر ان ملفوظات کی تشریح کیا کرتے تھے میں تقریباً روزانہ اس مجلس میں عصر کے بعد حاضر ہو جاتا تھا اور حضرت کے ملفوظات سنتا رہتا تھا مجلس کے اختتام پر کبھی کبھار حضرت مفتی صاحب مجھے بلا کر ساتھ بیٹھاتے تھے اور شفقت فرما کر پیسے بھی دیا کرتے تھے۔

رائے ونڈ کا اجتماع

لاہور کے زمانہ درس میں پہلی بار، حضرت مولانا عبد الرحمٰن نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور کیساتھ رائے ونڈ کے مرکز تبلیغی سالانہ اجتماع میں جانا ہوا۔ مرکز اس وقت صرف ایک کچی مسجد کی شکل میں تھا اور ساتھ ایک بڑا کنواں تھا جس کا پانی کڑوا تھا۔ لوگ خود لوٹوں سے پانی بھر نکالتے رہتے تھے اس اجتماع میں پہلی بار امریکہ سے دو نیگرو عیسائی مسلمان ہو کر آئے تھے۔ جن کا بیان بھی ہوا حضرت مولانا محمد یوسفؒ پسر حضرت محمد الیاسؒ، بانی جماعت تبلیغ، کی دعاء اور ہدایت پر سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہوا تھا۔ ہم وہاں تین دن تک رہے یہ اصطلاحی تبلیغ کا ابتدائی دور تھا۔

لاہور سے وطن واپسی

لاہور سے واپس آجانے کے بعد اپنی مسجد میں درس کا آغاز کیا۔ ابتداء ابوداؤد شر... خیالی، مقامات حریری، شرح چغمینی سے بحمد اللہ شروع ہوا۔ صبح کی نماز کے بعد بعض فضلاء دورہ... شریف کو خلاصۃ الحساب اور سراجی بھی پڑھاتا رہا۔

شادی خانہ آبادی

بروز اتوار ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۸ء کو بڑے تائے صاحب کی صاحبزادی... نکاح ہوا۔ نکاح کے موقع پر والد بزرگوارم نے بعض بزرگان دین علماء کرام کو دعوت دی تھی جن... مبارک ہاتھوں سے نماز ظہر کے بعد میری دوبارہ دستار بندی کرائی گئی ان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا فضل ربانی آف متھرا، حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب آف اتمانزئی اور حضرت مولانا اسرائیل مہتمم دارالعلوم نعمانیہ اتمانزئی حضرت مولانا زکی الدین (المعروف صاحب حق) رحمہ... اکابرین شامل تھے "رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین"

فاضل دینیات

اسی سال جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک سے "فاضل دینیات" کا امتحان اول پوزیشن میں... کیا۔ اس وقت جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک ایک بہت بڑا علمی مرکز تھا جس میں شیخ الحدیث حضرت... عبدالرحمن کاملپوریؒ" سابق صدر مدرس دارالعلوم سہارنپور انڈیا خلیفہ اول حضرت حکیم الامت تھا... اور حضرت مولانا عبدالرازق صاحبؒ آف شاہ منصور جو میرے والد صاحب اور حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ اکوڑہ کے بھی استاد تھے اور حضرت مولانا عبدالشکورؒ صاحب بہبودی والے اکابرین پڑھاتے تھے اول پوزیشن حاصل کرنے پر انعام میں مجھے حضرت مولانا بادشاہ گل صا... جو جامعہ اسلامیہ کے مہتمم تھے کی طرف سے چند کتابیں بھی ملیں۔

مولوی عالم

اور اسی سال "مولوی عالم" کا امتحان پشاور یونیورسٹی سے پاس کیا جس میں بھی یہ بندہ اول رہا اور مولانا قاضی محمد مبارک ہزاروی سابق صدر شعبہ عربی پشاور یونیورسٹی دوم اور مولانا روح اللہ جان مہتمم نعمانیہ اتمانزئی سوم رہے۔ یہ دونوں مجھ سے عمر میں بڑے اور میرے والد صاحب کے شاگرد تھے۔

جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک میں سالانہ جلسہ

جامعہ اسلامیہ میں امتحانات کے بعد مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۵۸ء کو بڑا جلسہ ہوا جس میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ کے خطابات ہوئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب " تبلیغ والے " نے اس حدیث شریف پر بیان فرمایا **"الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر"** آپ نے دنیا کی ناپائیداری پر اور آخرت کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اور فرمایا کہ دنیا میں جتنی نعمتیں ہیں یہ جنت کی نعمتوں کے نمونے ہیں۔ اور زلزلے بچھو وغیرہ دوزخ کے نمونے ہیں اور ان دو شعروں پر اپنی تقریر ختم کرائی۔ ع

دنیا سے اس طرح ہو رخصت غلام تیرا
جو دل میں یاد تیری اور زبان پہ نام تیرا
کسے را کس بو کس را کسے بس
مرا یک نام رب العالمین بس

حضرت مولانا افغانیؒ بیان اس آیت سے شروع فرمایا **"ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ"** آپ نے واعظ کے اخلاص اور سامعین کے شوق سے سننے پر بڑا مفصل وعظ فرمایا آپ نے اسلامی خلافتوں اور یورپین ممالک کے موازنہ پر سیر تفصیل کے ساتھ تقریر فرمائی۔

آپ نے فرمایا کہ سیدالکائنات علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک ہزار اٹھارہ مقتولین کے عوض دس لاکھ مربع میل زمین فتح کیا تھا جن میں صرف پانچ سو نو مسلمان شہید ہوگئے تھے جبکہ ان کے مقابلہ

Scanned with CamScanner

میں "جنگ عظیم" میں کروڑوں لوگ ہلاک ہو گئے تھے آپ نے فرمایا کہ "یورپ والے ایک کروڑ دس لاکھ انجیل تقسیم کرتے ہیں جبکہ امریکہ تیرہ کروڑ بہتر ہزار امریکہ میں سالانہ مذہب پر پچیس کروڑ ڈالر خرچ ہوتے ہیں۔" آپ نے دین اسلام کی خدمت پر اور نشر و اشاعت ضرورت پر اس حدیث پر اپنی تقریر فرمائی۔ (**من احيا سنتي عند فساد امتي فله مائة شهيد**) افسوس کہ آج کل جامعہ اسلامیہ خاندانی رقابتوں کی وجہ سے بند پڑا ہے اور آخری گوہر جی صاحب قتل ہو گئے۔

درس کے ساتھ امامت کے فرائض

والد بزرگوار کے مشورے پر موضع حضرت میاں کلے نزد سرڈھیری میں امامت کے فرائض انجام دینے کے لیے اپنے شاگردوں کے ساتھ وہاں مقیم رہا۔ جمعہ کی رات گھر آتا تھا دونوں جگہوں میں تقریباً چار میل کا فاصلہ تھا اس دوران اپنے شاگردوں کو جو مجھ سے عمر میں اکثر بڑے تھے۔ کتابیں بھی پڑھاتا رہا اور ساتھ مولوی فاضل کے امتحان کی تیاری بھی کرتا رہا۔

مولوی فاضل

چنانچہ ۱۹۵۹ء کے امتحان میں کل چھ سو نمبروں سے چار سو چونسٹھ نمبر لیکر اول آیا۔ اور قاضی مبارک صاحب تین سو بتیس نمبر لیکر دوم آئے۔ اور مولانا محمد اسحاق صاحب بھی شریک تھے جو آج کل دارالعلوم نظامیہ مقام میر علی ضلع بنوں کے مہتمم ہیں۔ اسی دوران امامت نور چشمان "فیض الحسن "بروز چہار شنبہ اول عید الضحیٰ بوقت نماز عید، ۱۰/ ذوالحجہ ۱۳۷۸ھ مطابق ۱۷ جون ۱۹۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ دوران امامت جامع مسجد شیخان بازار سرڈھیری میں جمعہ پڑھاتا رہا۔ مولوی فاضل کے امتحان میں کامیابی کے بعد ہم تینوں نے عربی ٹیچر پوسٹ کے لیے درخواست دیدی۔ انٹرویو کے بعد میری تقرری مڈل سکول موضع جبی علاقہ اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ میں ہوئی۔ سکول کی تقرری آرڈر نمبر 21724 بتاریخ 19 نومبر 1995ء تھی وہاں چھ مہینے گزارنے کے بعد والد بزرگوارم کی کوشش سے اپنے گاؤں "پڑانگ مڈل سکول" کو ٹرانسفر ہوا۔ یہاں پر سکول کے مضامین کے ساتھ صبح سکول کے

اساتذہ کرام اور بڑے لڑکوں کو ترجمہ قرآن پاک بھی پڑھاتا رہا میں اپنے محلہ کی مسجد میں صبح کی نماز کے بعد اور عصر کے بعد طالب علموں کو بھی کتابیں پڑھاتا رہا۔

منشی فاضل فارسی

"منشی فاضل فارسی" کا امتحان جون ۱۹۶۱ء میں دیا جس میں بندہ نے بحمد اللہ "۷۰۰" نمبروں میں "۳۴۲" نمبرات لیکر دوم آیا جب کہ پہلے آنے والے کو "۳۴۸" نمبرات ملے تھے۔ اسی سال ۱۹۶۱ء میں برخوردارم "عزیز الحسن" ۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۳۸۱ھ کو پیدا ہوئے اور اسی سال بوقت عصر ۷/ جولائی ۱۹۶۱ء مطابق ماہ صفر ۱۳۸۱ھ کو اپنے پرانے مشترکہ مکان سے نئے تعمیر شدہ مکان میں منتقل ہو گئے۔ جو اس کے قریب "محلہ میاں کلے" پڑانگ میں بروز پیر ۱۳/ رمضان ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۲ فروری ۱۹۶۱ء کی تعمیر کا آغاز بدست بڑے تائے صاحب حضرت مولانا رحمن الدین صاحب ہوا تھا۔ دوران تدریس مڈل سکول پڑانگ میں نماز جمعہ پڑھانے کے لیے جامع مسجد تحصیل بازار چارسدہ موضع "عمر آباد" کے لیے جاتا تھا جو میرے والد صاحب چچیرے بھائی الحاج محمد عمر مرحوم نے اپنی زمین پر بنوائی تھی۔

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا سالانہ جلسہ

بروز منگل مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء بوقت پونے چار بجے عصر دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ جلسہ میں حضرت الاستاد کاندھلوی کا خطاب ہوا۔ جس میں حضرت نے "**ولقد اتينا داود وسليمن منا فضلا۔ الایہ**" سے شروع فرما کر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم، مہتمم دارالعلوم دیو بند اور حضرت مولانا عبدالحق صاحب مہتمم دارالعلوم حقانیہ کی موجودگی کی مناسبت پر علم کی فضیلت پر بیان فرمایا۔ اس کے لیے آپ نے کئی وجوہ اور استدلالات پیش کیے جو سب علمی اور تحقیقی تھے کافی کتابوں اور متقدمین علماء کے اقوال بھی بیان فرمائے جن سے علمائے کرام زیادہ مستفید اور محظوظ ہوئے اور آپ کے علمی نکات قلمبند کرتے رہے پھر شب بدھ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ کو حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ صاحب کا مفصل خطاب ہوا جو تقریباً پونے تین گھنٹے تک جاری رہا۔ حضرت اس

اجتماع کے لیے "ہندوستان سے تشریف لائے ہوئے تھے آپ نے خطبہ کے بعد "و علم آدم الاسماء کلھا " سے تقریر کا آغاز فرمایا۔ انسانی فضیلت کا راز موضوع تقریر رہا۔ آپ نے انسانی علوم، حیوانی علوم اور انبیاء کرام کے علوم پر سیر مفصل خطاب فرمایا جو بعد میں دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے ایک مستقل رسالہ کی شکل میں شائع ہوا تھا

دارالعلوم حقانیہ میں دوسرا سالانہ جلسہ

حضرت الاستاد کاندھلوی دارالعلوم کے دوسرے جلسے میں بھی تشریف لائے تھے جو میں بروز اتوار ساڑھے چار بجے عصر بمورخہ ۲۷ شوال ۱۳۷۹ھ مطابق ۲۴ اپریل ۱۹۷۰ء کو آپ کا بیان ہوا۔ اس اجلاس میں حضرت مولانا خیر محمد صاحب اور حضرت مولانا شمس الحق افغانی بھی شریک ہوئے تھے حضرت الاستاد کاندھلوی نے حمد وثنا کے بعد "ثم جعلناك على شريعة من الامر فاتبعها ولاتتبع اهواء الذين لا يعلمون " کی تلاوت فرمائی تقریر کا خلاصہ یہ رہا کہ شریعت کے احکام خلاف عقل نہیں بلکہ موافق فطرت سلیمہ ہیں۔ جولوگ شریعت کے احکام یا علمائے کرام کا استہزاء کرتے ہیں اور احکام شریعت کو خلاف عقل سمجھتے ہیں۔ تو انکے عقل کے ناقص ہونے کی دلیل ہے۔ شریعت کے احکام عقل کے خلاف نہیں بلکہ ان کے خواہشات نفسانی کے خلاف ہیں اسی جلسہ میں پیر کی رات ۲۷ شوال ۱۳۷۹ کو حضرت مولانا خیر محمد صاحب " مہتمم خیر المدارس ملتان " کا بیان بھی ہوا جس میں آپ نے اس آیت سے شروع فرمایا "والذين جاهدو فينالنهد ينهم سبلناوان الله لمع لمحسنين " تقریر کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ اللہ کی راہ میں مجاہدہ اللہ تعالیٰ کے قرب اور منزلت کا ذریعہ ہے آپ نے انسان کی روح اور بدن اور عناصر اربعہ پر مفصل خطاب فرمایا۔ آخر میں مذہب حنفی کی حقانیت پر اور مقبولیت پر شاہ ولی اللہ کے اقوال سنائے۔ آپ نے حضرت تھانویؒ کے مقولہ پر ﴿ کہ انسان حیوان متفکر ہے اور یہی انسان کامل ہے ﴾ بیان فرمایا۔ آپ نے اس آیت شریفہ سے (وقالو لوكنا نسمع او نعقل ماكنا فى اصحاب السعير) آغاز فرمایا۔ آپ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ علم کے دو راستے ہیں، سمع اور عقل اور آج کل کے مسلمانوں نے انگریزی تابعداری

میں یہ دونوں ضائع کردیے ہیں اور صرف یورپ کا یہ فلسفہ "حضرت شکم" اپنائے ہوئے ہیں آپ نے حضرت امام شافعی کا یہ شعر سنایا

ولکن من رزق الجی حرم الغنی
ضدان مفترقان ای تفرق

آپ نے فرمایا کہ یورپ والے عاقل نہیں اکل ہیں آپ نے ڈاکٹر پے کال فلاسفی صاحب کا مقولہ سناتے ہوئے کہا۔ " کہ دنیا کی نصف آبادی مجنون ہے "اور یورپ والے سب مجنون ہیں ڈاکٹر از منٹر جرمنی نے عالمی جنگ کی رپورٹ میں لکھا ہے کہ "دوسری عالمی جنگ میں ساڑھے چھ کروڑ انسان قتل اور زخمی ہوئے اس جنگ پر اتنا خرچہ آیا تھا کہ دنیا کے ہر شخص کو ڈھائی سو روپے کے ماہوار کے حساب سے ایک سو سال کے لیے کافی ہو جاتا۔ صرف سگریٹ پر یورپ میں باون ارب پچاس کروڑ روپیہ سالانہ خرچ ہو جاتا ہے، جو آٹھ کروڑ انسانوں کے لیے چھبیس سال تک کافی ہو جاتا ہے۔ آپ نے سلطان عالمگیر اورنگزیب کے تاریخی قصہ سنائے اور آپ کی آخری وصیت اور گفتگو پر تقریر ختم فرمائی۔ ہر چند کہ نظر بے اعمال خود لے کنم از عقوبت اپردے تے ترسانے وہر چند کہ اعتماد بہ فضل خدا ھست امید دارد مغفرت ہستم

آن مسلمانان کہ میری کردہ اند
در شہنشاہ فقیری کردہ

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سعودی عرب

برادر محترم اور ہم زلف جناب مولانا حکیم فضل معبود صاحب نے ایک دن جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کی خبر کا اخباری تراشہ مجھے دیا جس میں جامعہ اسلامیہ کی تفصیل اور درخواست بھیج دینے کا بیان تھا چنانچہ میں نے سعودی سفیر کے نام پر ایک طرف عربی اور دوسری طرف انگریزی میں کراچی، مورخہ ۱۲،۱۱/ ۱۹۶۱ء کو درخواست بھیج دی اور حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب (تاریخ وفات ۱۶ /جمادی الاولی ۱۴۲۳ھ) کو پہلا سفارشی خط حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کے نام پر لکھنے کے لے کہا جو ان کے خصوصی استاد تھے اس زمانے میں اسلام آباد نہیں تھا اور کراچی میں سب سفارتخانے ہوتے تھے

Scanned with CamScanner

پھر میں نے خود بھی حضرت بنوریؒ کو سعودی سفیر سے سفارش کرانے کے لیے خط لکھا۔ حضرت بنوری سے ہمارے خاندانی تعلقات تھے۔ اور ان کی پہلی اہلیہ مرحومہ والدہ محمد بنوری ہمارے محلہ میاں کے پڑانگ کی تھیں اور میرے تائے بزرگوار والدم سے ملاقات اور مجلس فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی اہلیہ مرحومہ بھی ہمارے گھر تشریف لاتی تھیں۔ حضرت بنوری کا والد مرحوم حضرت مولانا الحاج محمد زکریاؒ میرے بڑے تائے صاحب سے خصوصی مراسم رکھتے تھے اور ان کی اہلیہ بھی ہمارے محلّہ کی تھیں۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کی پہلی اہلیہ مرحومہ ان کی ماموں زاد بہن تھی ایک دفعہ حضرت بنوری نے مجھے خط لکھا کہ وہاں بلاد عربیہ میں علم اور درس کی اتنی پختگی نہیں جتنی ہمارے ملک پاک وہند میں ہے اور ساتھ یہ محاورہ لکھا" **ان تسمع بـاالمعيدى خير من ان تر اه** "بہر تقدیر اللہ تعالی فضل وکرم سے اور حضرت بنوری کی سفارش سے میری درخواست قبول ہوئی چنانچہ میں نے منظوری آنے پر سکول سے استعفاء دیدیا کہ کبھی بھی اس میدان میں نہیں آؤں گا۔ "انشاءاللہ تعالی" سکول کے اکثر اساتذہ کرام دین کی تعلیم سے واقف نہیں ہوتے تو ان کی مجلسوں میں فضول باتوں اور قہقہوں کی بہتات رہتی ہے بچوں کو پڑھانے کی بنا پر انکی طبیعت بھی بچوں جیسی ہو جاتی ہے صحبت ضرو اثر انداز ہوتی ہے معمولی باتوں پر خوش، معمولی باتوں پر ناخوش ہو جاتے ہیں "**معلم الصبيان** "عربی محاورہ احمق سے کنایہ کیا ہوتا ہے سکول میں اور کالج میں دینیات اور عربی ماسٹر کم درجہ کا استاد سمجھا جاتا ہے جبکہ انگلش اور ریاضی پڑھانے والے، اونچے درجے کا استاد سمجھے جاتے ہیں میرے استعفاء کی منظوری بمطابق آرڈر **578781** اور تاریخ **6/5 1962**ء کو ہوگی، جبکہ تقرری **1959/11/19**ء کو ہو گئی تھی ان دونوں تاریخوں کے درمیان میری سرکاری ملازمت کا زمانہ رہا۔ سعودی عرب جانے کے لیے بڑی محنت سے پاسپورٹ بنایا جو اس وقت تھانے اور سی آئی ڈی کی رپورٹ کے بعد بنتا تھا۔ پاسپورٹ کا نمبر **AB-057341** اور تاریخ **1962/6/5**ء رہی۔ اس پر سعودی ویزا کا نمبر **2670** اور تاریخ **1962/6/21**ء کو لگا۔ بروز پیر مورخہ ۷ محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۱/۶/۱۹۶۲ء بذریعہ ریل گاڑی عازم کراچی ہوا۔ اور ۱۴/۶/۱۹۶۲ء کی صبح کو کراچی پہنچا، جو میں نے کبھی بھی اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا جامعۃ الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں برادر محترم حضرت مولانا حافظ عبداللہ کاکاخیل

مرحوم مولانا عبدالقیوم " حال ناظم تعلیمات کے ساتھ جامع مسجد کے شمالی دروازے کے اوپر والے بالائی کمرے میں قیام رہا۔ برادر مولانا عبداللہ کاکاخیل مرحوم اور مولانا ڈاکٹر عبدالرازق صاحب " حال مہتمم جامعۃ العلوم بنوری ٹاؤن " کی بھی میرے ساتھ منظوری ہوئی تھی جو دونوں مجھ سے عمر میں بڑے اور علم واخلاق میں بہت بہتر تھے

دوسرے روز سعودی عرب سفارتخانے پر جا کر قونصل سے معلوم ہوا کہ پاکستان کے وزارت خارجہ کی طرف سے ان کو ہمارے انتخاب پر نوٹس آیا ہوا ہے کہ آپ نے ہمارے ملک سے ہماری اجازت کے بغیر اپنے یونیورسٹی کیلئے طالب علموں کا انتخاب کیوں کیا ہوا ہے؟ ان کو واپس کر دے اور ہم اپنے کالجوں اور یونیورسٹیوں سے لڑکے دیں گے۔ اس خبر پر کافی پریشانی ہوئی میں نے دل میں کہا" کہ میں نے سکول سے بھی استعفاء دیا ہوا ہے اور عزیز واقارب سے رخصت لے کر مدینہ منورہ جانے کے لیے کراچی آ گیا ہوں۔ "اگر میں وطن واپس ہوا تو نہایت شرمندگی ہوگی۔ خیر قونصل اور نائب سفیر سلیمان صاحب نے یہ تسلی دی۔ کہ ہمارے اور وزارت خارجہ کے درمیان اس سلسلے میں خط وکتابت جاری ہے تقریباً بیس دن تک یہ کشمکش جاری رہی میں دن کو حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے درس ترمذی شریف میں شریک ہوا کرتا تھا۔ اور کبھی کبھار عصر کے وقت برادر مولانا عبدالرزاق صاحب کی مسجد میں ان سے دل لگی کے لیے جایا کرتا تھا ان کی مسجد مدرسہ کے قریب تھی اور میرے یہ دونوں ساتھی حضرات مولانا سید عبداللہ کاکاخیل مرحوم اور محترم مولانا عبدالرزاق صاحب جامعۃ العلوم میں تدریس کے فرائض اور انتظامی امور انجام دیا کرتے تھے

خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت

جب کراچی میں انتظار کے دن زیادہ بڑھ گئے اور پریشانی میں اضافہ ہوا۔ تو ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ میں اور برادر محترم مولانا عبداللہ کاکاخیل مرحوم ایک ٹیلے پر واقع گاؤں کی طرف ایک کچے راستے اور ٹیڑھے پر چڑھ کر جا رہے تھے تو کسی نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے کہا ہم مدینہ جا رہے ہیں جب ٹیلے کے اوپر گاؤں سرے تک پہنچے تو اس وقت میں اپنے آپ کو

Scanned with CamScanner

اکیلا محسوس کر رہا تھا۔ وہاں سے ایک دور افتادہ زمین پر سنگ مرمر کی بنی ہوئی قبر نظر آنے لگی۔ کسی نے مجھ سے کہا کہ ﴿وہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک ہے﴾ تو میں وہاں جا کر جب قریب پہنچا تو قبر اب نہیں اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سفید کفن میں ملبوس اور چہرہ چھپا ہوا ایک لحد کی طرح گڑھے میں لیٹے ہوئے نظر آئے۔ تو کنارے پر کھڑے ہو کر میں نے درود شریف پڑھنا شروع کیا۔ اب دیکھتا ہوں کہ حضور پاک ﷺ اس گڑھے میں کروٹیں تبدیل کرتے رہتے ہیں، جیسا سویا ہوا انسان اپنی خواب کے بستر پر کروٹ تبدیل کرتا رہتا ہے۔ میں نے اس وقت دل میں یہ کہا کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہی ہیں، اس لئے تو کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف کروٹ لیتے رہے ہیں۔ اور یہ زندگی کی علامت ہے۔ اسی حال میں نبی کریم ﷺ نے اپنے چہرے مبارک سے چادر ہٹائی۔ آپؐ ایک درمیانی عمر، سفید، کالی داڑھی والے، مگر مقدار میں کچھ کم، کی صورت میں نظر آئے۔ تو میں فوراً گڑھے میں اتر کر آپؐ سے لیٹے ہوئے حالت میں معانقہ کرنے لگا۔ حضرت ﷺ نے مجھے منہ پر چوما، میں نے عرض کیا کہ ﴿کہ میرے والد صاحب آپ کو سلام کہہ رہے تھے﴾ آپؐ نے فرمایا ﴿ان کا سلام مجھے پہنچا ہے﴾ اسی حالت میں خواب سے بیدار ہوا اور خوشی کی انتہا نہیں رہی، میں نے اس وقت دل میں کہا کہ ہماری منظوری کی خبر آئی ہے میرے ذہن میں چومنے کی تعبیر حفظ قرآن اور درس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ دونوں مجھے حاصل ہیں اور چھوٹی داڑھی میری داڑھی کی کٹائی کے قصور کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ جو اس وقت میں کیا کرتا تھا۔ صبح میں نے متعلقہ احباب سے کہا کہ فکر نہ کرو۔ منظوری آ گئی ہے۔ جب سفارت خانہ گئے تو معلوم ہوا کہ پاکستان کی وزارت خارجہ نے اجازت دیدی اور ہمارا انتخاب منظور ہوا ہے۔ خواب کا قصہ میں نے اپنے والدم بزرگوار صاحب کو لکھا اور برادرم مولانا عبدالرزاق صاحب سے عربی میں ٹائپ کرا کر بذریعہ ڈاگ بھیجا۔ وہ بھی نہایت خوش ہو گئے۔ اس کی نقل میرے پاس اب بھی محفوظ ہے۔

انسانی دماغ

قدرت کی تخلیق کا شاندار شاہکار

مولانا ڈاکٹر حافظ حقانی میاں

یونانی فکر ارسطو کا خیال تھا کہ انسان کے خیال کا مرکز دل میں پنہاں ہوتا ہے۔ لیکن اب سائنس دانوں نے ارسطو کے اس خیال کو بالکل مسترد کر دیا ہے۔ دماغ ایک پیچیدہ مشین ہے۔ جس میں کروڑوں خلیے ہیں۔ ممتاز ماہر نفسیات ویلیم جیمز نے ۱۹۱۰ء میں کہا تھا کہ تمام لوگ اپنی تمام تر دماغی قوتوں میں بہت کم حصہ استعمال میں لاتے ہی کیونکہ ان کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ دماغ کی کتنی قوتیں ہیں اور انہیں کس طرح استعمال میں لانا ہے۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ یہ بات عیاں ہے کہ ہر انسان دماغ کا دس فیصد حصہ استعمال کرتا ہے۔ باقی حصوں کے بارے میں لاعلمی کی وجہ سے وہ استعمال کرنے کے قابل نہیں ہے۔

ماہرین یہ بات بھی معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ دماغ کے حجم اور ذہانت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ برطانیہ کے ایک سائنس دان کا کہنا ہے کہ انسانی دماغ کو میکینکل واٹر کلاک بھی کہا جا سکتا ہے۔ اسے ہائیڈرو پمپ (Hydro Pump) بھی کہا جا سکتا ہے۔ ٹیلی فون سوئچ بورڈ بھی کہا جاتا ہے اور سپر کمپیوٹر (Super Computer) بھی کہا جا سکتا ہے۔

کھوپڑی کے اندر انسانی دماغ دو نیم کروں پر مشتمل ایسے اعصابی نظام کا مجموعہ ہے جسے کائنات میں جسم اور ماحول کے مابین حسی اور حرکی واسطے کی سب سے پیچیدہ ساخت کا غیر معمولی قدرتی کمپیوٹر خیال کیا جاتا ہے۔ دیکھنے میں وہ ایک بھورے رنگ کا بڑا سا اخروٹ دکھائی دیتا ہے۔ اس کی بیرونی پرت قشر دماغ کہلاتی ہے۔ جو دوسری ساختوں کو گھیرے ہوتی ہے۔ قشر دماغ اس کے کل حجم کا اسی فیصد ہوتا ہے اور ارتقائی لحاظ سے ایک جدید ترین ساخت ہے۔ قشر دماغ (Cerebral Cortey) ان تمام ذہنی افعال اور سرگرمیوں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ جن ہیں ہم ادراک، وقوف اور

Scanned with CamScanner

ذہنی پیکر کہتے ہیں۔

قشر دماغ کو قشر کا نام اس لئے دیا گیا ہے کہ اس کی مماثلت درخت کی بھوری چھال جیسی ہوتی ہے۔ نیز یہ بھی کہ دماغ میں اسی طرح اطراف پر لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ انسانی دماغ کی اساسی اکائی دوسرے جانداروں کے دماغ کی طرح اعصابی خلیے (Neurons) ہیں۔ یہ اعصابی خلیے اپنے اشارے اپنے محوریوں (Axons) کے ذریعے بھیجتے ہیں۔ اس کے دس کھرب ٹریلین خلیے ہیں جن میں ایک سوارب اعصابی خلیے ہیں جو ایک دوسرے سے اتصالی مقامات پر ملے ہوئے باہم تعلق قائم رکھتے ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے تخلیقی ا تیج، شعور اور حافظہ اعلیٰ انسانی صفات پیدا کرتا ہے۔ آسان الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دماغ کے اکثر حصے مخصوص افعال سرانجام دیتے ہیں جس کے لئے وہ پہلے سوچتا سمجھتا اور پھر حرکات میں ڈھالتا ہے۔

کنپٹی سے متصل حصے پر تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ یہاں کا سماعتی مرکز مزید چھوٹے حصوں میں بٹا ہوا ہے جو آواز کی مختلف طول موجوں کے لئے مخصوص ہے۔ اس کے برعکس مجموعی طور پر دماغ کے دوسرے علاقوں میں اس طرح کا کوئی براہ راست تعلق نہیں پایا جاتا ہے۔ حالیہ جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق نوے فیصد لوگوں میں بایاں نصف کرہ زبان کے علاوہ ریاضی جیسے منطقی اعمال کو کنٹرول کرتا ہے جب کہ دایاں نیم کرہ ذوق لطیف یا جذباتی نوعیت کے بغیر بول چال والی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔ ادراک اور زبان دانی کا ربط پیدا کرنے والی اعصابی ساختیں درجہ دار موخر دماغ اور پیش دماغ تک عقبی کنپٹی کا محور بناتی ہیں۔

جب انسان کسی بھی چیز کے بارے میں فکر وتدبر کرتا ہے اور اللہ جل شانہ انسان کے ذہن میں گردش کرنے والی تمام باتوں کو جانتا ہے اور اللہ جل شانہ اس بات پر قادر ہے کہ جب چاہے انسان کی قوت فکر کو ایک نئی فکر یا نئے زاویے کے حل تک پہنچا دے۔

اس صورت میں الہام دراصل اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتا ہے۔ اگر چہ ماہرین کا خیال ہے کہ نظریہ انسان کے ذہن میں فکر وتدبر کے درمیان پیدا ہونے والی ذہنی کوششوں کے نتیجے میں ظاہر ہورہا ہے اور ذہنی کوششوں کے علاوہ کسی دوسری قوت کا اس میں دخل نہیں

ہمارا یہ ایمان ہے کہ اس عالم موجودات کی ہر چیز اللہ جل شانہ کے علم اور اس کی مشیت وقدرت سے مکمل ہوتی ہے۔ انسانی دماغ کے غور وفکر کے دوران دماغ کے خلیوں میں ہونی والی جسمانی اور ذہنی تبدیلیاں بھی اس سے مستثنی نہیں ہیں۔

انسانی دماغ (CEREBRUM) کی ساخت کے بارے میں یہ بات معلوم ہے کہ دماغ کے اگلے حصہ میں واقع اوپر کے دونوں حصوں میں بلند عقلی مراکز پائے جاتے ہیں اور یہ حصہ انسانی دماغ میں شعوری یا ارادی خیال وعمل کا مرکز ومنبع سمجھا جاتا ہے۔

فکر وتدبر کی ساری صلاحیتیں اسی حصے میں ہوتی ہیں۔ سر کے اسی حصہ کو ناصیہ کہا گیا ہے۔ اس کا ذکر حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث (دعا) میں بھی آیا ہے۔

اللھم انی عبدک و ابن عبدک وابن امتک ناصیتی بیدک (۱)

ترجمہ۔ اے اللہ بے شک میں آپ کا بندہ ہوں۔ آپ کے بندے اور بندی کی اولاد ہوں، میری پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد ﴿**ناصیتی بیدک**﴾ یعنی میری پیشانی آپ کے قبضے میں ہے، میں اس بات کا مکمل اشارہ ملتا ہے کہ انسان کی پیشانی یعنی اس کے دماغ کا اگلا حصہ جو مغز کے دونوں ابھرے ہوئے حصوں پر مشتمل ہے۔ جن میں انسان کی بلند ترین عقلی وشعوری سرگرمیوں کے مراکز پائے جاتے ہیں۔ یہ پیشانی اللہ جل شانہ ہی کے قبضہ قدرت می ہے وہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے اور جس رخ پر چاہتا ہے اسے ڈال دیتا ہے اور جب اللہ کی مشیت ہوتی ہے وہ مغز دماغ کے دونوں ابھرے ہوئے حصوں میں پائے جانے والے جسمانی مراکز کی فکری سرگرمیوں کو نئے افکار تک پہنچاتے ہیں۔ دماغ ہڈیوں کے مضبوط قلعے میں یعنی کھوپڑی کے اندر خول دار اخروٹ کی طرح ہے۔ اخروٹ ہی کی طرح یہ دو ملے ہوئے حصوں میں تقسیم ہے۔ اللہ رب العزت نے ہمارے دماغ میں کتنی بڑی دنیا سمودی کروڑوں خلیے بھیجے کے اندر ہیں جو ہر طرح کے کام سرانجام دیتے ہیں۔ سارے جسم میں پھیلے ہوئے ہزاروں اعصاب دماغ کے ساتھ منسلک ہیں جو وہاں سے ایک پیغام لاتے اور واپس لے جاتے ہیں۔ گویا دماغ کا نظام ایک آٹومیٹک ٹیلیفون سوئچ بورڈ سے مشابہ

Scanned with CamScanner

ہے جس میں دو قسم کے اعصاب سے کام لیا جاتا ہے۔

ایک وہ جو ٹرنک لائن سے مشابہ ہیں اور دوسرے جو لوکل ایکسٹینشن لائن کی طرح

تحقیقات کے مطابق دماغ مصروفیت کے دوران وائرلیس کی لہروں کی سی لہریں نشر کرتا ہے

کام کرنے کے طریقے کو واضح کرنے کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں فرض کیجئے آپ

کے وقت آرام کر رہے ہیں مگر اس کے بعد چار بجے آپ کوئی کام سرانجام دینا چاہتے ہیں آپ

فرما رہے ہیں مگر آپ کے دماغ کے پچھلے حصہ میں یہ خیال موجود ہے کیونکہ یادداشت کی میکا

سے وہاں خاص طور سے نوٹ کر رکھا ہے۔ آپ گھڑی کی طرف دیکھتے ہیں آپ کی آنکھیں

سے بڑھ کر عجیب اور پیچیدہ میکانزم رکھتی ہیں نہایت نازک اعصاب کے ذریعہ گھڑی کا منظر آپ

دماغ تک پہنچاتی ہیں۔ دماغ میں بعض خاص خلئے جو تعلیم و عادت کی بدولت مدت سے گھڑی

سوئیوں کی خاص حالت کو ﴿وقت﴾ میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت حاصل کر چکے ہیں۔ دماغ

سوچنے والے حصہ کو پیغام نشر کرتے ہیں کہ اب چار بج چکے ہیں۔ کام کرنا ہو تو اٹھو، دماغ فوراً

ٹانگوں اور پاؤں کو اپنا کام شروع کر دینے کا حکم دیتا ہے اور پاؤں اپنا کام شروع کر دیتے ہیں اور

کو فوراً کرسی سے اٹھا دیتے ہیں آپ کھڑے ہو جاتے ہیں ساتھ ہی دماغ کا وہ حصہ جس کا کام توا

قائم رکھنے سے ہے سارے جسم کے عضلات کو پیغام بھیجتا ہے اور وہ کشش ثقل کے خلاف زور لگا

کے لئے اپنے آپ کو تیار کرتے ہیں مگر بالعموم آپ کو ان پیغامات کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔

﴿بھیجے﴾ کی بال سے باریک رگیں تجاویف خالی جگہوں میں کتنے بڑے اہم کام سرانجام

پاتے ہیں۔ دماغ سے ایک سیکنڈ میں مختلف قسم کے احکامات جاری ہوتے رہتے ہیں کھانا، پینا،

جاگنا، آنا، جانا وغیرہ

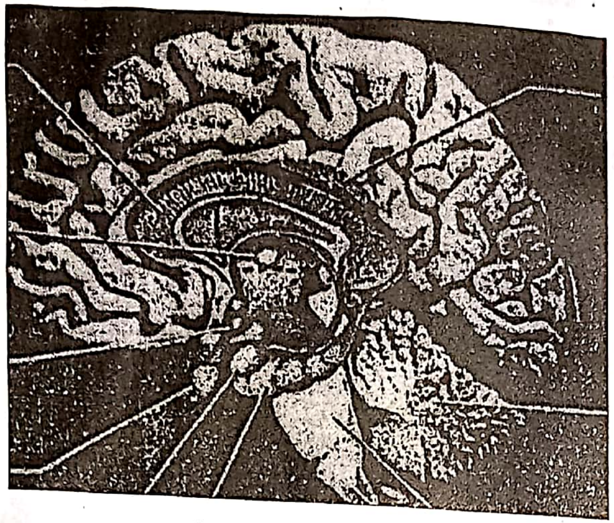

انسانی دماغ کی ایک واضح شکل

دماغ کا یہ حصہ منصوبہ بندی، اچھے یا برے اقدامات کے لئے قدم بڑھانے سچ یا جھوٹ بولنے جیسے افعال کا ذمہ دار ہے

Scanned with CamScanner

مولانا تحمید اللہ جان

اخبار الجامعہ

احباب جامعہ عثمانیہ اور قارئین ﴿العصر﴾ کی آگاہی کی خاطر جامعہ کے تعلیمی سال نمبر ۱۱ کے آغاز کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

داظہ سرگرمی

شعبہ تعلیمات نے اپنی مجلس تعلیمی سال نمبر ۱۱ کے لئے اجلاس منعقدہ ۲۲ ستمبر ۲۰۰۲ء کو داخلے کے نظام الاوقات اور شرائط کا اعلان کیا تھا۔ تو اس تاریخ کی پابندی کرتے ہوئے قدیم اور جدید طلباء نے مورخہ ۱۴، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۲ء بمطابق ۹، ۱۰ شوال ۱۴۲۳ھ کو درس نظامی کے مختلف شعبوں میں داخلہ فارم کے حصول کا مرحلہ مکمل کر لیے۔ جدید طلباء کا امتحان داخلہ ۱۶ دسمبر ۲۰۰۲ء بروز پیر منعقد ہوا۔ جن کے نتائج کا اعلان بالترتیب ۱۷ اور ۱۸ دسمبر کو کیا گیا۔ پھر کامیاب طلباء کا انٹرویو ۱۹ دسمبر ۲۰۰۲ء کو مکمل ہوا۔ تخصص فی الفقہ والافتاء کا امتحان داخلہ اور کامیاب طلباء کا انٹرویو بھی ۲۰ دسمبر تک مکمل ہوا۔ شعبہ بنات میں بھی قدیم اور جدید طالبات کے فارم کی حصولی کا مرحلہ مورخہ ۱۶ دسمبر ۲۰۰۲ء کو مکمل ہوا اور امتحان داخلہ مورخہ ۱۷ دسمبر کو منعقد ہوا۔ کامیاب طالبات کا انٹرویو ۲۰ دسمبر ۲۰۰۲ء کو مکمل ہو گیا۔ درجہ کتب کے تمام مراحل کے طلباء کی تعداد ۳۰۲ تک پہنچی۔ شعبہ بنات میں تا حال چار کلاسیں جاری ہیں، سال اول میں ۱۷، سال دوئم میں ۳۲، سال سوئم میں ۲۳ اور سال چہارم میں ۱۶ طالبات داخل ہیں جن کی مجموعی تعداد ۸۹ ہو گئی۔ تو الحمدللہ درجہ حفظ کے ۹۴ طلباء سمیت جامعہ میں طلباء و طالبات کی تعداد ۴۹۹ تک پہنچ گئی۔

واضح رہے کہ جامعہ کی ایک شاخ پبی میں ہے۔ درجہ اعدادیہ اور متوسطہ کے تمام طلباء پبی

شاخ بھیج دیے گئے درجہ اولی اور درجہ ثانیہ کے طلبہ کو تقسیم کر کے دو دو جماعتیں بنائی گئیں۔ ایک جماعت پبی شاخ بھیج دی گئی دوسری جماعت یہاں مرکز میں رکھی گئی۔ جامعہ میں اس سال تین اساتذہ کرام کا اضافہ کیا گیا جن میں مولانا مدثر شاہ صاحب فاضل دارالعلوم کراچی، مولانا خطاب گل صاحب فاضل جامعہ عثمانیہ اور مولانا قاری شفیق اللہ صاحب فاضل جامعہ عثمانیہ شامل ہیں۔

افتتاحی تقریب

۔الحمدللہ جامعہ کے داخلے کے مراحل پایہ تکمیل کو پہنچنے کے بعد مورخہ ۱۳ دسمبر ۲۰۰۲ء مطابق ۱۸ شوال ۱۴۲۴ھ کو تعلیمی سال نمبر ۱۱ کے اسباق کی افتتاحی تقریب منعقد ہوئی۔ ختم قرآن کے بعد جامع ترمذی کی پہلی حدیث سے نئے سال کا بابرکت افتتاح ہوا۔ درس کے آغاز میں جامعہ کے رئیس حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے موجود تمام طلباء سے اصلاحی خطاب فرمایا۔ جو نذر قارئین ہے۔

خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ جب بھی نئے تعلیمی سال کے اسباق کا افتتاح فرماتے تو ترمذی شریف سے افتتاح کیا کرتے اور اسباق کا اختتام ختم بخاری شریف پر کرتے اور فرمایا کرتے کہ ہمارے اکابرین کے ہاں یہ نظم چلا آ رہا ہے۔ آج بھی الحمدللہ وہ طریقہ اپناتے ہوئے ہم اپنے تعلیمی سال نمبر ۱۱ کا افتتاح کرتے ہیں۔ اللہ تعالی اس کو قبولیت سے نوازے۔

محترم طالب علم بھائیو! آپ طلبہ کرام جامعہ پر اعتماد کر کے جس حسن ظن کا ثبوت دیا ہے اللہ تعالی ہمیں اس کی قدر کرنے اور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس میں شک نہیں کہ علم باعث کمال ہے۔ یہاں تک کہ عصری علوم میں کسی کی مہارت ہو تو یہ اس کی خوبی تصور کی جاتی ہے کیونکہ معاشرہ میں علم کا خاص مقام ہے۔ علم دین سے وابستگی انسان کی نجات کا ذریعہ ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ انسان جس شعبہ سے تعلق جوڑتا ہے اس کے انجام کار سے لاعلم رہتا ہے کہ اس میں اس کے لئے خیر ہے یا شر لیکن علم دین ایسا شعبہ ہے کہ جس نے ۲۱ سے وابستگی اختیار کی تو وہ جان لے کہ اللہ تعالی نے اس کے لئے خیر کا ارادہ کر لیا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ (**من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین**)

آپ حضرات نے علم دین سے وابستگی کی خاطر اپنے رشتہ داروں کو چھوڑ کر جس سفر پر نکلے

ہو، وہ بڑا مقدس سفر ہے۔ جو طالب علم بھی جس درجہ میں جو کتاب بھی پڑھ رہا ہے چاہے وہ منطق
کیوں نہ ہو، اگر اس کا مقصد قرآن وحدیث کا علم ہے تو یہ عین علم دین ہی ہے۔ اس سفر کا بنیادی
یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے خفیہ وعدہ کریں کہ اے اللہ! علم تو تیری صفت ہے۔ ہمیں ایسا علم
حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما کہ جس سے ہم دین کا کام کر سکیں۔ اخلاص اور للّٰہیت کا نام یہ ہے
طالب علم اس کے حصول کو عبادت سمجھے۔ اس کے انجام کو نہ سوچے، جس طرح نمازی کے لئے
ہے کہ وہ نماز کے آخری انجام کو نہ دیکھے کہ سلام پھیروں گا تو میری نماز مکمل ہوگی بلکہ اگر وہ دوسری
رکعت میں بھی مرجائے تو اس کی نماز مکمل ہوگئی تو ہمیں چاہیے کہ ہم دل سے اخلاص پیدا کریں۔

علم دین کو دنیاوی مراسم میں شمار کرنا علم دین کی توہین ہے کیونکہ دنیا معمولی چیز ہے اور علم
بڑی دولت ہے بلکہ اس میں اخروی خیریت کا فیصلہ ہوتا ہے دنیاوی امور اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے
طالب علمی میں عقیدہ صحیح بھی رہتا ہے لیکن فراغت کے بعد عقیدہ میں فرق آجاتا ہے۔ پھر ساری عمر
کے پیچھے ہی پڑ جاتے ہیں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۶ سال کی عمر میں والد کے ساتھ حج کیلئے گئے
مدینہ میں ایک صحابیؓ شاگردوں کو درس دے رہے ہیں۔ امام صاحبؒ کے پوچھنے پر والد صاحب نے کہا
یہ عبدالرحمٰن ابن جزء ہیں جو حدیث بیان کرتے ہیں۔ امام صاحبؒ نے فرمایا میں اس سے حدیث سننا چاہتا
ہوں، تو جا کر عبدالرحمٰنؓ کے پاس بیٹھ گئے اور ان سے یہ حدیث سنی ﴿جو شخص میری رضا کے لئے
میرے دین کا علم حاصل کرے تو میں اس کو رزق کی فکر سے بے غم کردوں گا۔﴾

خدا گواہ ہے کہ مدارس کا نظام بھی اس طرح چل رہا ہے اس میں کوئی اسباب نہیں۔ جب
اسباب پر نظر جاتی ہے تو کام بند ہو جاتا ہے تو اس کے لئے ایندھن اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہی ہے۔ لوگ
رزق کے لئے چیختے ہیں لیکن طلباء کرام کو لوگ چندہ دیکر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
ہمارا پیسہ قبول کیا۔ ہمارا اعتقاد اللہ پر کامل درجہ کا ہو جیسا کہ ارشاد ہے ﴿انا عند ظن عبدی بی﴾
تو اس عقیدہ کے لئے محنت کی ضرورت ہے آج اس ماحول میں اگر ہمارا عقیدہ کامل نہ ہوا تو پھر کونسا
وقت اور کونسی جگہ ہوگی جسمیں ہمارا عقیدہ بن سکے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا ہے محنت
مزدوری کر کے آپ کے لئے خرچہ مہیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت وصفت ازلی اور ابدی ہے۔

اس میں تبدیلی نہیں آسکتی تو فراغت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ پر مضبوط عقیدہ رہے۔ علم کا معاوضہ مخلوق سے طلب نہ کریں ورنہ یہ اس علم کے ساتھ زیادتی ہوگی اس لئے کہ مخلوق اس کا معاوضہ نہیں دے سکتی۔ اس کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دربار میں تلاش کرو۔ جس طرح انبیآء کرام کا جواب ہوتا تھا (ان اجری الا علی اللہ) ایک شخص کے پاس ایک موتی ہو اور وہ بیچے تو اس کی قیمت وہ ادا کر سکتا ہے۔ جس کے پاس رقم ہو اس کی قیمت لوہار نہیں دے سکتا بلکہ وہ اس کو ٹھکرائے گا۔ لوگ ناواقفیت کی وجہ سے اس کی طرف توجہ نہیں دیں گے۔ تو پھر یہ علم کی ناقدری ہوگی کیونکہ لوگ کیسے قدر کریں گے جبکہ علم کی تجارت کا رخ غلط ہو جائے اگر اللہ تعالیٰ سے معاوضہ طلب کریں گے تو تجارت کا رخ صحیح ہوگا اور خریدار زیادہ ہوں گے۔

آپ لوگوں نے جامعہ پر حسن ظن رکھ کر آئے ہو۔ آپ اللہ اور اس کے رسولؐ کے مہمان ہو۔ انشاء اللہ ہم آپ کی خدمت کریں گے۔ ہمارے حضرت شیخؒ فرماتے تھے کہ مدرسہ میں دو چیزیں قابل توجہ ہیں ایک یہ کہ طالب علم کے وقت کا خیال رکھا جائے اس کو ضائع نہ کیا جائے طالب علم کی توجہ کو اس کے مقصد پر مرکوز کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس کا وقت امانت ہے اور حصول علم اس کا مقصد ہے۔ دوسرا یہ کہ مدرسہ کی رقم صحیح مصرف پر خرچ کی جائے۔ ان کلمات کے اختتام پر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم نے درس کو ختم فرمایا اور دعا سے یہ محفل ختم ہوئی۔

Scanned with CamScanner

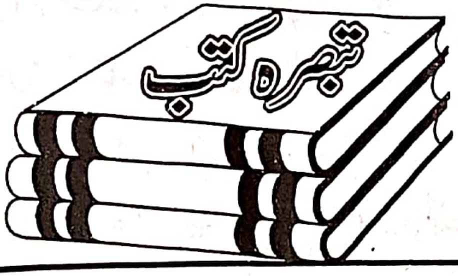

کتاب کا نام : **آئین وراثت**

مؤلف کا نام : زبدۃ العارفین حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ۔

ناشر : مکتبہ زاہدیہ مکی مسجد اٹک شہر۔

تبصرہ نگار: حافظ احسان الرحمٰن عثمانی۔

اسلام جیسے عالمگیر مذہب، جس میں ہر ایک کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات بیان کیا گیا ہے اسلام سے قبل جہاں لوگوں میں ہر قسم کی برائیوں کا عام رواج تھا- اور لوگ انسانی حقوق کو رائیگاں کرنے مین زور آمد تھے- خصوصاً باب میراث میں لوگوں کا دلسوز معاملہ تھا- میراث کے مستحقین ان کے ہاں صرف وہ جوان لڑکے تھے جو کہ معاملہ کسب اور جنگی معاملہ بخوبی جانتے تھے- وہ اصلاً مورث میراث کہلائے جاتے اور یوں بوڑھے بچے اور عورتیں میراث سے محروم رہتیں- اسلام کے عادلانہ نظام نے ایسے قواعد وضوابط بھیجے، تاکہ زمانہ جاہلیت کی بے انصافی کا سدباب ہو جائے- اور یہیں سے علم فرائض کا اجراء ہوا- یہ وہ اہم علم ہے جس کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا- (**تعلموا الفرائض وعلموها الناس فانها نصف العلم** -) کہ علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے- اس قسم کی فضیلت باقی علوم کے بارے میں حضورﷺ نے نہیں فرمائی ہے- یہ وہ اہم علم ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ہوتا ہے- بخلاف بقیہ مسائل کے کہ جن کا ثبوت قیاس کے ذریعے بھی ہوتا ہے اور اس کا ثبوت قیاس سے نہیں ہو سکتا- اہمیت کا اندازہ باعتبار ثواب وفضیلت کے بھی ہے دیگر علوم پر-

اس سلسلہ میں باب میراث میں اہم کتاب سراجی کے نام سے مشہور ومقبول ہے جو کہ اکابر

دیوبند کے مقرر کردہ نصاب میں شامل ہے- زیر نظر کتاب آئین وراثت مدلل جو کہ شیخ التفسیر والحدیث امام الزاہدین والعارفین قاضی محمد زاہد الحسینی نور اللہ مرقدہ کے اہم تصانیف میں سے ہے اور سراجی جیسے دقیق کتاب کے لئے ممد اور معاون ہے موصوف کی کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ علم فرائض جیسے مشکل موضوع کو آسان الفاظ اور نئے طرز پر پیش کیے ہیں- وراثت وفرائض پر عربی، فارسی اور اردو زبان میں سینکڑوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں- لیکن کتاب ہذا کی طرز وتقسیم اس قدر سہل اور سلیس ہے کہ معمولی فہم کا حامل بھی اس کے ذریعے وراثت کے دقیق مسائل آسانی سے سمجھ سکتا ہے- یہ علمی حلقے پر خصوصاً اور عام لوگوں پر عموماً موصوف کا احسان ہے- اللہ قبولیت بخشے- اللہ تعالی موصوف کی قبر پر لامتناہی انوارات نازل فرمائے- اوران کے نسبی اور روحانی بچوں پر ان کے فیوضات جاری وساری فرمائے- آمین-

ایں دعا از من واز جانب جہاں آمین باد

کوئی شخص خواہ اعمال حسنہ کم ہی کرے یعنی فرائض وواجبات کے علاوہ کچھ نہ کرے لیکن سنکھیا نہ کھائے یعنی گناہ نہ کرے، یہ اس سے اچھا ہے جو تہجد بھی پڑھتا ہے، تلاوت بھی بہت کرتا ہے لیکن ساتھ ہی سنکھیا بھی کھاتا ہے یعنی گناہ بھی کرتا ہے- جو ان تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے-

مخدوم الامت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ

Scanned with CamScanner

بنوں
برانڈ
ٹریڈ
مارک
معیار میں
اعلیٰ

توابل الادم

سولہ اجزاء کا مجموعہ

بنوں

سالن مصالحہ

مرچ سرخ، دھنیا، ہلدی، لہسن، میتھی، زیرہ،
کالی، دار چینی، جلوتری، الائچی کلاں، اجوائن،
انار دانہ، تیز پتہ، جائفل، لونگ اور ٹماٹر پاؤڈر

تیار کردہ:- حاجی مقبول الرحمٰن، شاقیاز خان

گل آباد کالونی للہ زاک روڈ پشاور - پاکستان

خوشخبری

قال اللہ تعالی انما یعمر مساجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر (الایة)

مساجد کی تعمیر وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم
آخرت پر ایمان لائے ہوں

مسجد کا پیغام

- ☆ مسجد مسلمانوں کے لئے روحانی مرکز کی حیثیت رکھتی ہے۔
- ☆ مسجد میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا ہوتا ہے۔
- ☆ مسجد میں نوخیز نسل کو اسلامی تعلیم دی جاتی ہے۔
- ☆ مسجد میں تزکیہ باطن کا انتظام ہوتا ہے۔
- ☆ مسجد میں دعوت اسلامی کے سپاہی تیار ہوتے ہیں۔
- ☆ مسجد ہر بھلائی اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔
- ☆ مسجد ہر انسان میں خالص دینی روح پھونکتی ہے۔

ان اصلاحات کے پیش نظر اور خصوصاً دینی تعلیم کی روحانی فضا کے قیام کی خاطر عثمانیہ جدید چراٹ روڈ پبی میں 6 کنال کے رقبہ پر ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے۔ جس پر 2 کروڑ روپے کی لاگت آتی ہے۔

مخیّر حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ حسب توفیق اس تعمیر میں اپنا حصہ ڈال کر اعلیٰ سعادت حاصل کریں۔ نیز حلقہ احباب کو بھی اس ذمہ داری کا احساس دلائیں۔

جزاکم اللہ